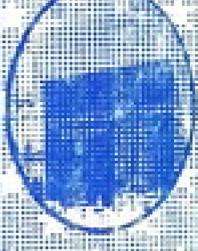

تلقین لدنی

مصنفہ

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

کپتان واحد بخش سیال

خادم الفقراء **محمد عبدالقیوم**

مطبوعہ اردو اکیڈمی بہاول پور

اکادمی ادبیات پاکستان کے مالی
تعاون کے ساتھ شائع کی گئی

سن طباءعت: بار اول ۱۹۸۱ء بار دوم ۱۹۸۷ء

پرنٹنگ .... مہریہ پرنٹنگ پوائنٹ بہاول پور
ناشر .... اردو اکیڈمی بہاول پور
قیمت .... 65/- روپے

تقریظ

تصوف صراطِ مستقیم کا دوسرا نام ہے جس میں شریعت بھی ہے، طریقت بھی، اس راہ پر چلنے والے ذاتِ حق تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک ایسا زینہ ہے جو انسان کو صوری و معنوی جملہ کمالات کی معراج پر پہنچا دیتا ہے اہلِ تصوف نے طریقت کو شریعت سے جدا نہیں سمجھا۔ انھوں نے جہاں طریقت کو اپنایا ہے وہاں شریعت سے بھی سرِمو انحراف نہیں کیا چنانچہ حضرت السید بن حارث دمشقی علیہ الرحمۃ اسرار السالکین فرماتے ہیں۔

" طریقت، حقیقت اور معرفت دراصل پابندیٔ شریعت کی آخری حد کا نام ہے۔ "

جو لوگ تصوف کی درسگاہ میں داخل ہوتے ہیں وہ اخلاقِ فاضلہ، روحانی کمالات اور انسانیتِ کبریٰ کی سندِ فضیلت لے کر وہاں سے نکلتے ہیں۔ اور پھر وہ صحیح معنی میں مخلوقِ خدا کی رہبری اور انسانیت کی خدمت کا فریضہ ادا کرنے کے قابل بنتے ہیں۔

تاریخ تصوف ایسی بزرگ ہستیوں کے ذکر سے بھری ہوئی ہے جنھوں نے تصوف کو تبلیغ و اشاعتِ دین کا ذریعہ بنایا۔ اور نہ صرف اس سے اہلِ اسلام کی زبردست خدمت کی۔ بلکہ غیر مسلموں کے دلوں میں بھی اسلام کی ایسی جوت جگائی کہ وہ زنار توڑ کر حلقہ بگوشِ دینِ محمدی بن گئے۔ اور بتوں کی مالا جپنے والے اللہ واحدہٗ لاشریک کا کلمہ پڑھنے لگے۔

انھیں صوفیائے کرام میں سرزمینِ بہاولپور سے تعلق رکھنے والے ایک جلیل القدر صوفی باصفا حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی علیہ الرحمۃ بھی ہوئے ہیں۔ جو طریقت و شریعت کے جامع تھے۔ اور اُن کی ذات سے علم کی ایسی شمع روشن تھی جس کی نورانی کرنیں نہ صرف اطراف و جوانب بلکہ اکنافِ عالم کو منور کرتی رہی ہیں۔ بارھویں صدی ہجری کی اس بااثر ہستی نے ہزاروں گم کردہ راہ لوگوں کو

راہ مستقیم دکھائی۔ کفر و ضلالت کے اندھیروں میں معرفت و حقیقت کا اجالا کیا اور رشد و ہدایت کے ایسے موتی بکھیرے جن کی ضیاء باری سے آج بھی ایک دنیا مستنیر ہو رہی ہے۔

تلقینِ لدُنی اُن کی ہی ایک علمی یادگار ہے۔ جس میں شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے ایسے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں جو سالکانِ راہِ طریقت کے لئے شمعِ ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

چونکہ آج کل فارسی کا ذوق خال خال ہے اور ہر کہ و مہ کے لئے ان عالمانہ مضامین سے استفادہ مشکل ہے۔ اس لئے اس تصنیف کو اُردو کا قالب پہنایا گیا ہے۔ اور اس مہتمم بالشان کام کو جناب کپتان واحد بخش سیال نے انجام دیا ہے۔ جو بذاتِ خود صوفی ہیں اور تصوف کی باریکیوں کو کما حقہٗ سمجھتے ہیں۔

کپتان واحد بخش سیال نے صرف ترجمے پہ ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اُن تمام مقامات کی تشریح و توضیح بھی کر دی ہے جن کے ادق مضامین تک ہر کسی کی رسائی ممکن نہ تھی۔

مجھے امید ہے کہ تلقینِ لدُنی کے اُردو ترجمے سے استفادۂ عام کی صورت پیدا ہو گی۔ اور جو تصوف کا بطورِ خاص ذوق رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ نعمتِ غیر مترقبہ سے کم ثابت نہیں ہو گی۔

مسعود حسن شہاب

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی شہیدؒ

نام ولقب :- آپ کا اصل نام عبداللہ[1] تھا۔ اور دوسرے بھائیوں کے نام ہدایت اللہ، امان اللہ اور عنایت اللہ تھے۔ طریقت کا نام محکم الدین سیرانی ہے۔ اور عوام الناس میں سیرانی بادشاہ مشہور ہوئے۔

شجرہ نسب :- آپ کا شجرہ نسب چندر بنسی خاندان کے راجہ بھٹنا پر سے ملتا ہے۔ خاندان میں گڈن جن کا اسلامی نام مہر بخشؒ ہے سے مسلمان ہوئے۔ گڈن کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (متوفی ۶۳۳ھ) نے مسلمان کیا۔ اور آپ ہی سے ان کی بیعت ہوئی۔ جن کا مزار بگھیا ٹبانی تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال میں ہے۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ کی گوت کھرل ہے۔ اور کھرل راجپوت گروہ شاخ کہلاتی ہے۔

ولادت :- کتاب ذکر خیر مصنفہ دبیر الملک مولانا عزیز الرحمٰن عزیز مرحوم میں آپ کی ولادت کا قیاسی سال ۱۱۳۰ھ / ۱۷۲۵ء درج ہے۔

تعلیم :- چھوٹی عمر میں آپ کے خیالات مذہب کی طرف تھے۔ بارہ سال کی عمر میں ابتدائی عربی تعلیم مکمل کر لی۔ اپنے چچا زاد بھائی حضرت خواجہ عبدالخالق اویسیؒ (متوفی ۲۱ ذوالحجہ ۱۱۸۰ھ) جو آپ کے مرشد گرامی بھی تھے۔ سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ خواجہ عبدالخالق اویسیؒ آپ کے ماموں[2] بھی تھے۔ اور انہیں کے ہمراہ جا کر دہلی میں حضرت خواجہ فخر جہاں دہلویؒ (متوفی ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۵ء) کے درس میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ خواجہ نور محمد مہارویؒ (متوفی ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۱ء) بھی آپ کے ہمراہ تعلیم حاصل کرتے

---

[1] ضیائے نورانی صفحہ ۱۵۳۔ [2] قلمی مسودہ مملوکہ جناب میاں محمد قاسم اویسی محررہ ۲۲ جولائی ۱۹۸۵ء

رہے۔ اپنے وطن میں جب تک رہے اپنے بھائیوں کے ساتھ کاشت کا کام کرتے رہے۔

حلیہ ولباس:۔ سرو قد بلند و بالا تھے۔ رنگ گندم گوں۔ سر کے بال نہ گھنے نہ چھدرے۔ پیشانی درمیانی۔ پلکیں نوکدار تھیں۔ آنکھ کی سفیدی زیادہ سفید اور سیاہی زیادہ سیاہ۔ دانت باریک۔ آواز لطیف۔ گردن ذرا نیچی اور گوشت دار۔ ابرو غیر پیوستہ۔ تمام اعضا سڈول خوشنما۔ کانوں میں سوراخ تھا۔ دائیں آنکھ کے اوپر تل تھا۔ سینہ کشادہ، پیٹ اور سینہ برابر تھے۔ انگلیاں نازک۔ ناخن سرخ۔ ایک انگلی (رنید) کا ناخن ٹوٹ کر زیادہ اگا ہوا تھا۔ اس لئے واضح تھا۔ پیروں میں جوتا دا نگل تقریباً ۱۰ کا پہنتے تھے۔ سر پر پگڑی باندھتے تھے کبھی قادری ٹوپی بھی اوڑھا کرتے تھے کبھی کبھی شلوار بھی زیب تن کرتے تھے موسم سرما میں ایک کمبل شانوں پر رہتا تھا۔ جس کو عوامی زبان میں لوئی بھی کہتے ہیں۔

بیعت:۔ آپ کی بیعت آپ کے چچازاد بھائی و ماموں حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ جن سے بچپن ہی سے دینی معاملات میں ہدایت حاصل کرتے رہے۔ مرشد نے جب بیعت فرمایا تو دعا دی کہ میری اولاد بھی تیرے نام سے پہچانی جائے گی۔ مرشد نے چلّہ کے لئے حضرت چاولیہ مشائخ کے مزار واقع تحصیل وضلع وہاڑی پر بھیجا۔ دورانِ ریاضت ہمیشہ یہی آواز آئی زمین کی سیر کرو۔ آپ کو ریاضت و عبادت میں کبھی رکاوٹ نہیں ہوئی۔ جو چلّہ بھی کیا۔ اللہ کے فضل و مرشد کی مہربانی سے کامیابی سے کیا۔ جب چلّہ سے فارغ ہو کر مرشد کی خدمت میں آئے۔ تو بیعت کے بعد مرشد نے بھی یہی حکم فرمایا کہ دنیا کی سیر کرو۔ آپ نے کئی حج پاپیادہ کئے۔ فرمانِ مرشد اور رضائے الٰہی کے طور پر سفر اسی طرح کیا کہ ایک رات سے زیادہ کہیں نہیں ٹھہرتے تھے۔ اگر کسی کے مجبور کرنے پر دوسری رات کسی کے ہاں رہنا پڑتا تو دوسرے مکان میں قیام فرمایا۔

خلفاء:۔ یوں تو آپ کے فیض سے ہر آدمی مراد حاصل کرتا تھا۔ جہاں بھی گئے اپنے فیض سے ہر آدمی کو سرفراز فرمایا۔ آپ نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ نہ ہی کسی مانگنے والے کو مایوس کیا۔ بطریق اولیائے کرام جو خلیفہ کہلائے۔ اُن میں حسب ذیل نام آتے ہیں۔

۱۔ سرفراز خاں صاحبؒ حاکم ملتان کے پیر

۲۔ شیخ محمد سلیم صاحب سامانیؒ

۳۔ حضرت ابو الفتح شاہ صاحبؒ۔ مئو مبارک ضلع رحیم یار خاں میں مزار ہے۔

۴۔ حضرت عثمان لوری صاحبؒ جن کا مزار آپ کے مزار کے متصل ہے۔

۵۔ شیخ محمد ازار صاحب ملتانیؒ۔ شیخ کے مزار کے قریب دفن ہیں۔

۶۔ میاں اللہ داد گرمانیؒ متوفی سنہ ۱۲۶۵ھ دربار چوک شہیداں ملتان میں ہے۔

۷۔ دیوان محمد غوث صاحبؒ جلال پوری اولاد پیر لعل قتال صاحبؒ ضلع ملتان۔

۸۔ شیخ دوست محمد صاحبؒ۔ جھانگڑہ میں مزار ہے۔

۹۔ عبد الکریم صاحب قاریؒ مزار اوکاڑہ ضلع ساہیوال بمقام لشاری شریف واقع ہے۔

۱۰۔ شیخ عبد السلام صاحب جوگیؒ۔ یہ آپ کے دستِ حق پر ہندو سے مسلمان ہوئے۔

۱۱۔ مولوی غلام محمد صاحبؒ۔ یہ نواب خاندان کے اتالیق خاندان سے تھے کہروڑ پکا ضلع ملتان میں مزار ہے۔

۱۲۔ میاں محمد صدیق صاحب داجلیؒ

۱۳۔ میاں محمد وارث صاحبؒ۔

۱۴۔ میاں محمد اعظم صاحبؒ اُکھوال

۱۵۔ میاں مقبول محمد صاحب کھوکھرؒ

۱۶۔ مہرو خان پرجانیؒ

۱۷۔ اس کے علاوہ شیخ نتھو مجنوں نے بوقتِ وصال خواجہ نجم الدین سیرانیؒ کی قے کا مواد پی لیا تھا۔

شیخ کے ہمعصر بزرگ:۔ آپ کے اس عالم فنا میں قیام کے دوران حسب ذیل بزرگان آپ کے ہم عصر تھے:۔

۱۔ حضرت خواجہ فخر الدین فخرِ جہاں دہلویؒ	المتوفی سنہ ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء
۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء
۳۔ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ	المتوفی سنہ ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء

۴۔ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۱۲۰۵ھ ۱۷۹۰ء

۵۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۰ء

۶۔ خواجہ قاضی محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف المتوفی سنہ ۱۲۲۹ھ ۹ رجب

۷۔ حضرت ملوک شاہ غازی قادری بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳ رجب سنہ ۱۱۰۳ھ ۱۶۹۱ء

۸۔ حضرت بابے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۱۱۹۹ھ ۱۷۸۵ء

خوراک و سواری:۔

آپ کی غذا بہت سادہ تھی۔ مسور کی دال بہت رغبت سے کھاتے تھے۔ تکلف کو بالکل ناپسند فرماتے تھے۔ پانی ٹھنڈا پسند فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ٹھنڈا پانی پینے سے خدا کا شکر ادا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ عرصہ کے بعد گھر آئے۔ گھر والوں نے بوجہ محبت دال کو گھی کا تڑکا دے کر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اس طرح تکلف برتا گیا تو فقیر آئندہ گھر نہیں آئے گا۔ ایک دفعہ ایک کسان کنوئیں سے گاجریں صاف کر رہا تھا۔ جب وہ گاجریں دھو کر چلا گیا تو باقیماندہ گلی سڑی یا چھوٹی گاجریں خلیفہ دائمؒ نے چن کر پیش کیں۔ آپ نے بہت رغبت سے کھائیں۔ اور فرمایا۔ اسی طرح بھی وقت گذر سکتا ہے۔ تو تکلف کیوں کیا جائے۔ سواری میں ایک گھوڑا جس کا نام توکل تھا رہتا تھا۔ ایک اونٹ بھی سواری کے لئے آپ کے پاس رہتا تھا۔ جس کا نام درگاہی تھا۔ درگاہی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس پر وجدانی کیفیت طاری ہوتی تھی جب درگاہی وجد ہی میں ہوتا۔ تو محمد اعظم صاحب اعوان" گردن پکڑ کر استغراق میں چلے جاتے۔ اس لئے ان کو درگاہی کا خلیفہ کہا جاتا تھا۔

وصال مبارک:۔

آپ کا وصال زہر خورانی سے ہوا۔ علاقہ دھوراجی کاٹھیاواڑ گجرات میں آپ تشریف فرما تھے۔ اور اپنے ایک مرید حافظ کے پاس مہمان تھے۔ اور حافظ مذکور کی خواہش تھی۔ کہ دھوراجی میں آپ کا روضہ بنے۔ چنانچہ اس نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ جس کو آپ نے تناول فرمایا۔ اور حالت بگڑ گئی۔ آپ نے حافظ مذکور سے پانی طلب فرمایا۔ پانی پیتے ہی قے ہو گئی۔ قے میں گوشت کے لوتھڑے نکلے۔ اس کے بعد آپ نے ذکر ارہ شروع کیا۔ اور تھوڑی دیر میں آپ نے داعی

اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۱۹۷ھ (بمطابق دس مارچ سنہ ۱۷۸۳ء بروز پیر) آپ کی تاریخ وصال ہے۔ دھوراجی بندر میں رات کے وقت آپ آسودۂ خاک ہوئے۔ بعد میں آپ کے ورثاء آپ کے جسدِ اطہر کو دھوراجی بندر سے لا کر گوٹھ تحبشا موجودہ نام خانقاہ شریف دسمہ سٹہ تحصیل بہاولپور میں دفن کیا۔

تاریخ منظوم از راقم الحروف یہ ہے:-

عظیم المرتبت ہیں آپ دنیائے تصوف میں
رموز معرفت میں آپ کا کوئی نہیں ثانی
حسنؔ لرہ عقیدت سے لبوں پر یہ کلام آیا
"سلام اے قبلۂ ارباب دیں اے شاہ سیرانی"

۱۱ ھ ۹۷

دیگر عیسوی مادہ ہائے تاریخ وصال یہ ہیں:-

"صوفیٔ کامل سلطان التارکین بادشاہ سیرانی"

۱۷۸۳ء

"قطب کامل سلطان التارکین محکم الدین اویسی قدس سرہٗ"

۱۷۸۳ء

کرامات:- آپ کی بے شمار کرامتیں ہیں۔ جو کتاب لطائف سیریہ (فارسی) میں درج ہیں۔ اب اس کتاب کا اردو ترجمہ جناب سید مسعود حسن شہاب دہلوی مدظلہ نے کر کے طبع فرما دیا ہے۔ قارئین اس کتاب کو پڑھ کر ایمان کو تازہ فرمائیں۔

حضرت سیرانی بادشاہ کے جانشین و خلفاء کا شجرہ نسب و دربارِ معلّٰی کا نقشہ اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

محمد حسن خان سیرانی عفی عنہ
۹۰۲۔ سیرانی منزل۔ محلہ کمبل پورہ شہر بہاولپور

شجرہ نسب حضرت خواجہ نظم الدین سیرانیؒ

مرتبہ:-
محمد حسن خاں سیرانی مجاور گلیرہ
شجرہ لکھا بتاریخ ۱۵ نومبر ۱۹۸۰ء
مطابق ۷ محرم ۱۴۰۱ھ

سنگی

گگن

(اسلامی نام مہر بخش تھا۔ خواجہ معین الدین اجمیری متوفی ۶۳۳ھ نے گگن کو مشرف باسلام کیا۔ مہر بخش رح کا مزار گجیانوالی تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال میں ہے)

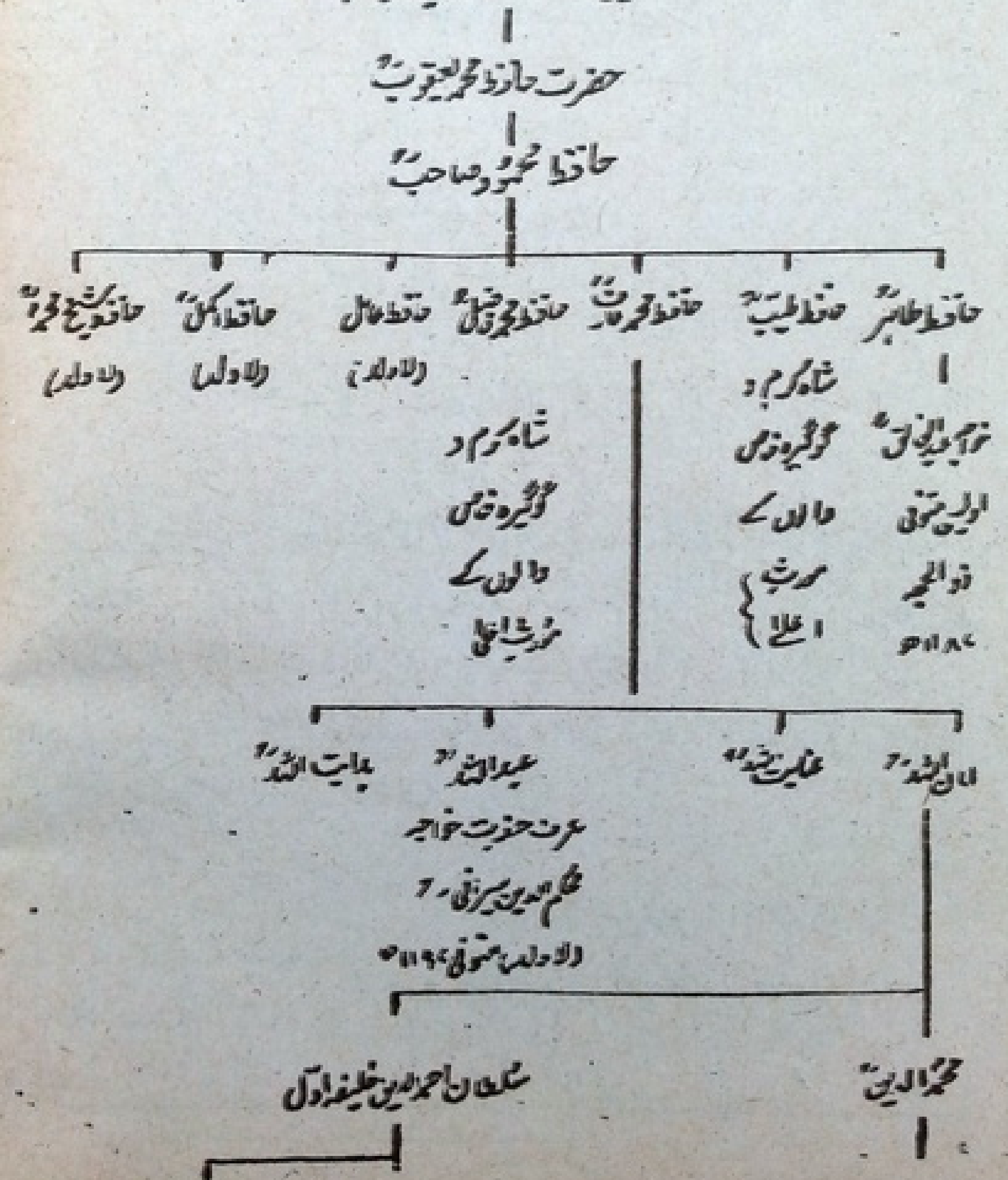

حضرت حافظ محمد یعقوبؒ

حافظ محمود صاحبؒ

حافظ طاہرؒ — خواجہ عبدالخالقؒ اولیٰ متوفی ذوالحجہ ۱۱۸۷ھ

حافظ طیبؒ — شاہ کرم داد گوگیرہ خاص والوں کے مورث اعلیٰ

حافظ محمد عارفؒ

حافظ محمد فضیلؒ — شاہ مراد گوگیرہ خاص والوں کے مورث اعلیٰ

حافظ عاقل (لاولد)

حافظ اکملؒ (لاولد)

حافظ شیخ محمودؒ (لاولد)

امان اللہؒ

عنایت محمدؒ

عبداللہؒ عرف حضرت خواجہ نظم الدین سیرانیؒ لاولد متوفی ۱۱۹۶ھ

ہدایت اللہؒ

محمد الدینؒ

سلطان احمد الدین خلیفہ اول

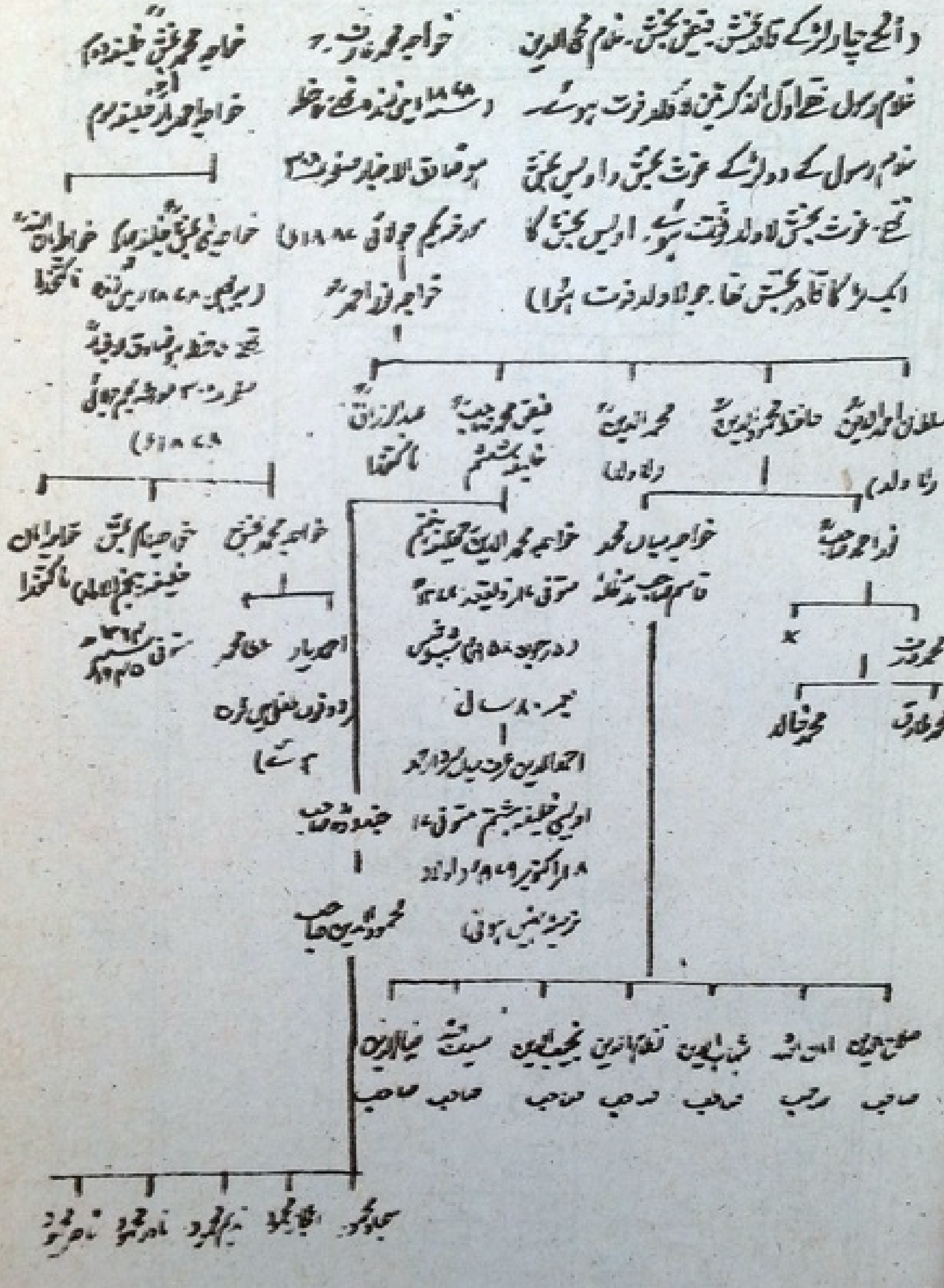

(انکے چار لڑکے قادر بخش۔ فیض بخش۔ غلام محی الدین
غلام رسول تھے اول الذکر تینوں لاولد فوت ہوئے۔
غلام رسول کے دو لڑکے غوث بخش و اویس بخش
تھے۔ غوث بخش لاولد فوت ہوئے۔ اویس بخش کا
ایک لڑکا قادر بخش تھا۔ جو لاولد فوت ہوا)

خواجہ محمد بخش خلیفہ دوم
اُنکے
خواجہ محمد یار خلیفہ سوم
خواجہ محمد غوث ؒ
(سنہ ۱۲۹۸ھ میں خلیفہ چہارم
ہو کر لاولد خلیفہ سوم فوت
کو خریم جوانی ۱۲۹۸ھ)
خواجہ فیض احمد ؒ
خواجہ نبی بخش خلیفہ چہارم
خواجہ الہ بخش لاولد فوت ہوا
(پیدائش ۱۲۸۵ھ میں ہوئی
تخت نشین ۱۲۹۸ھ
متوفی ۱۳۰۳ھ عمر ۱۸ سال)
سلطان احمد الدین ؒ
(لا ولد)
حافظ محمد حسین ؒ
محمد امین ؒ
(لا ولد)
فیض محمد حبیب ؒ
خلیفہ ششم
عبد الرزاق
لاولد فوت ہوا
خواجہ محمد بخش
احمد یار
غلام محمد
(دونوں فوت ہو گئے
۔۔۔)
خواجہ غلام بخش
خلیفہ پنجم اعلیٰ
متوفی ۱۳۴۲ھ
غلام الٰہی
لاولد فوت ہوا
خواجہ محمد الدین خلیفہ ہفتم
متوفی ۱۳۸۰ھ خلیفہ ۱۳۶۸ھ
(دور حکومت ۱۳۵۸ھ سے ۔۔۔ تک)
عمر ۷۰ سال
احمد الدین عرف میاں جی احمد
اویسی خلیفہ ہشتم متوفی ۱۴۰۰ھ
۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء
نرینہ اولاد نہیں ہوئی
خواجہ میاں محمد
قاسم صاحب مدظلہ
نور محمد صاحب ؒ
x
محمد شریف
محمد طارق
محمد خالد
خلیفہ صاحب
محمود الدین صاحب
صلاح الدین صاحب
امین الدین صاحب
شہاب الدین صاحب
نظام الدین صاحب
محی الدین صاحب
سیف الدین صاحب
ضیاء الدین صاحب
سعید محمود
اقبال محمود
مسعود محمود
نادر محمود
ناصر محمود

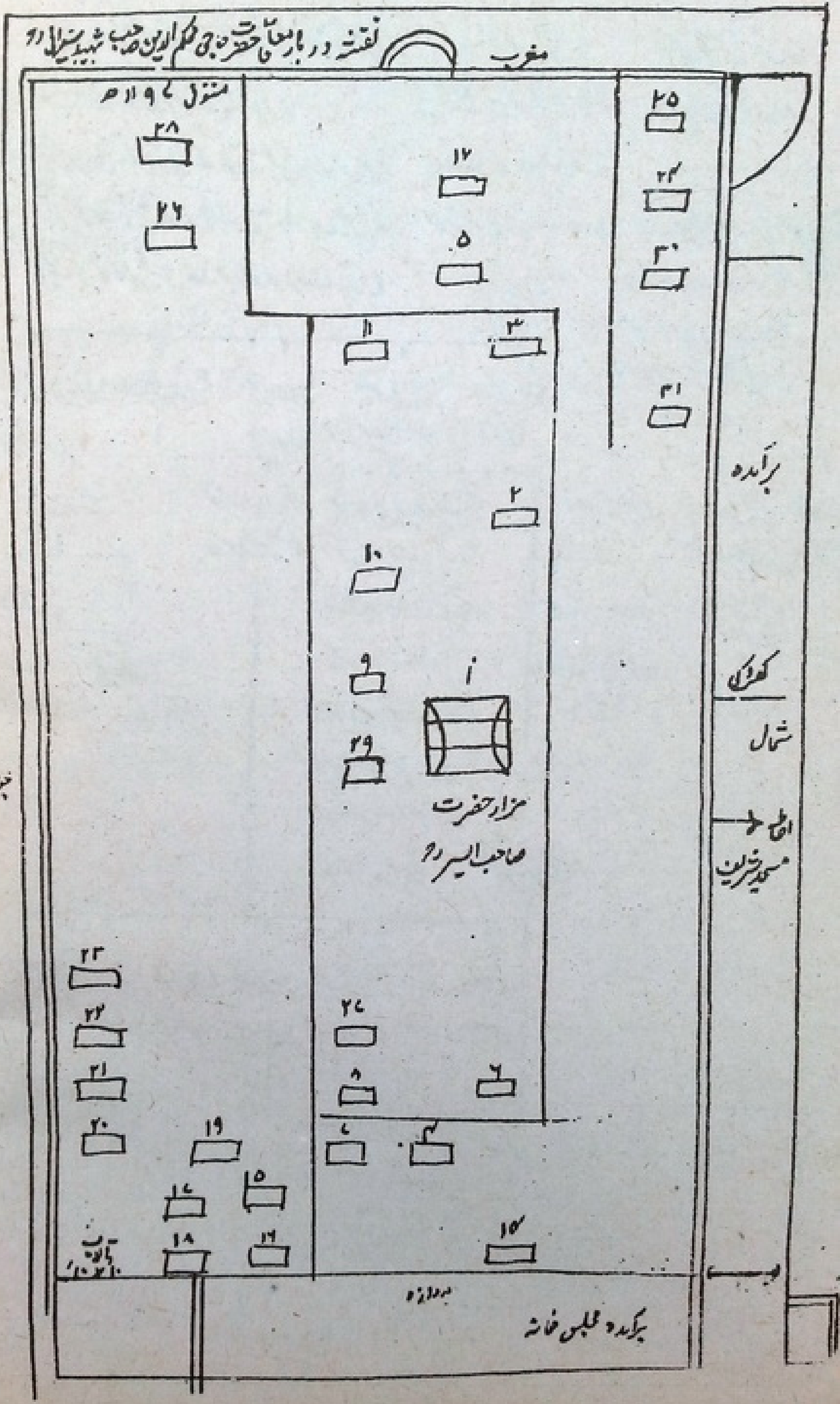
نقشہ دربار عالی حضرت جی کرم الدین صاحب شہید سیالوی رح
مغرب
منزل ۱۱۹۲ھ
٢٨
٢٦
١٢
٥
٢٥
٢٤
٣٠
٣١
١
٣
برآمدہ
٢
١٠
کھڑکی
٩
١
شمال
٢٩
مزار حضرت
صاحب السیر رح
احاطہ
مسجد شریف
جنوب
٢٣
٢٢
٢١
٢٧
٢٠
٨
٦
١٩
٧
٤
١٥
١٧
آب
١٨
١٦
١٤
دروازہ
برآمدہ مجلس خانہ

۱۔ مزار مبارک حضرت خواجہ محکم الدین صاحب سیرانی بادشاہؒ

۲۔ مزار حضرت سلطان احمد دین صاحبؒ

۳۔ مزار خواجہ محمد بخش صاحبؒ

۴۔ مزار خواجہ احمد یار صاحبؒ

۵۔ مزار خواجہ نبی بخش صاحبؒ

۶۔ مزار خواجہ عثمان لعوری صاحبؒ
(ہمشیر زادہ حضرت صاحب السیرؒ)

۷۔ مزار میاں محمد بخش صاحب (برادر خواجہ
امام بخش خلیفہ پنجم متوفی سنہ ۱۳۶۴ھ)

۸۔ مزار میاں امان اللہ صاحبؒ (برادر
نبی بخش صاحبؒ)

۹۔ مزار سلطان احمد دین صاحبؒ

چبوترہ قلعہ

مشرق

۱۰۔ مزار میاں نور احمد صاحبؒ

۱۱۔ مزار میاں محمد عارف صاحبؒ

۱۲۔ مزار میاں امان اللہ صاحب ثانیؒ

۱۳۔ مزار میاں ابوبکر صاحب (اولاد حضرت
خواجہ عبدالخالق صاحبؒ

۱۴۔ مزار خواجہ خدا بخش صاحبؒ (اولاد
حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب)

۱۵۔ مزار حافظ قادر بخش صاحبؒ

۱۶۔ مزار میاں غلام رسول صاحبؒ

۱۷۔ مزار میاں اویس بخش صاحبؒ

۱۸۔ مزار میاں فیض بخشؒ

۱۹۔ مزار خواجہ محمد دین اویسیؒ
(اولاد خواجہ عبدالخالقؒ)

۲۰۔ مزار خواجہ کرم الدینؒ

۲۱۔ مزار خواجہ غوث بخشؒ

۲۲۔ مزار خواجہ غلام اویسؒ (اولاد خواجہ
عبدالخالقؒ)

۲۳۔ مزار میاں محمد دین ثانی برادر
سلطان احمد الدین ثانیؒ

۲۴۔ مزار میاں نور احمدؒ

۲۵۔ مزار حافظ محمود الدینؒ

۲۶۔ مزار جند وڈہ صاحبؒ

۲۷۔ مزار خواجہ امام بخش صاحبؒ خلیفہ پنجم متوفی ۱۳۶۴ھ

۲۸۔ مزار خواجہ فیض محمد صاحب خلیفہ ششم

۲۹۔ مزار خواجہ محمد الدین صاحبؒ خلیفہ ہفتم متوفی ۱۳۷۷ھ

۳۰۔ مزار میاں محمد عارفؒ

۳۱۔ مزار اللہ یار صاحبؒ

مرتبہ:- محمد حسن خان سیرانی کمبل پوش بہاولپور
۱۰ فروری ۱۹۸۰ء

تلقینِ لدنی

مصنّفہ

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ

یا فتّاح الفتوح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علیٰ صانع القدرت و تحیات علیٰ دافع العزّت والثناء علیٰ مبین الکثرت والاستعانت علیٰ صاحب الصنعت والعبودیت علیٰ صانع الحکمت والحضوریت علیٰ کاشف النعت والصلوٰۃ علیٰ محب الوحدانیت والاعتقاد علیٰ صاحب الوسیلۃ والرحمۃ علیٰ ہادی العصمت والسکوت علیٰ صاحب العظمۃ والطوبیٰ علیٰ صاحب الصلاحۃ والکبریاء۔

تمہید اما بعد۔ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (یعنی نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ، سیدنا محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں)، یہ فقیر رسالہ ہذا میں چند اسرار و رموز بیان کرتا ہے جو درحقیقت احسن الاسرار (بہترین اسرار) ہیں۔ اس راہ میں چار منازل ہیں۔ یعنی شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت۔

شریعت سے مراد تقویٰ اختیار کرنا ہے یعنی حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا جس طرح کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس سے مبر کو تجاوز نہ کرنا اور اس پر جم کر قائم رہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بُنی الاسلام علیٰ خمسۃ الاشیاء (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) اوّل کلمہ طیبہ، دوم نماز پنجگانہ، سوم روزہ رکھنا، چہارم مال کی زکوٰۃ دینا، پنجم حج کرنا۔ ان ارکان کو ادا کرنے کے بعد اُن کی حقیقت (یعنی اُن کے اسرار و رموز) کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ تاکہ حقیقی معنوں م

بعدَ الوصولِ فَقَدْ اشرکَ باللّٰہِ۔ ہر کہ این چنین نماز ادا کند قول حق تعالیٰ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْن وے را کشف شود و آں زمان مصلی مسلم گردد و نمازش قبول افتد۔ چوں قبولش افتد اضافتش افتاد چوں اضافتش افتاد ماہیت معین عبد و اب یافت بہ تمثیل برف و آب۔ درآں وقت رفت سالک سیراب گشت ازینجا است آنحضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ حدیث مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ اللّٰہ چوں سالک دریں مقام رسد شراب لذت وحدت چشیدہ آنزماں معنی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وے را کشف گشت۔

ترجمہ وتشریح:۔ دل وجان سے نماز ادا کرنا فرض عین ہے۔ یعنی نماز میں اپنی جان اور ہستی کی نفی کر دے۔ اور خود ذات حق میں گم ہو جائے تو یہ فرض عین ہے اور اس کو نماز بے ریا کہا جائے گا۔ یعنی دکھلاوے کی نماز نہیں بلکہ حقیقی نماز اور اگر ریا کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے۔ یعنی یہ جانتا ہے کہ حقیقت عبد و رب ایک ہے۔ لیکن پھر بھی تکلفاً مقام دوئی میں آکر ایکٹنگ کرتا ہے۔ یعنی دکھلاوے کی نماز پڑھتا ہے۔ تاکہ حکم شریعت پورا ہو، تو یہ کفر ہے۔ مذموم کفر نہیں۔ بلکہ کفر محمود ہے۔ کفر کے معنی ہیں حقیقت سے روگردانی کرنا اسی لئے وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کفر کو کفر حقیقی کہتے ہیں۔ جو مذموم نہیں محمود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حصول فنا فی اللہ کے بعد عبادت کی وہ شرک کا مرتکب ہوا۔ یعنی عابد و معبود کا فرق مٹ جانے کے بعد تکلفاً فرق قائم کرنا اور ریاکاری کی نماز پڑھنا۔ یہ وہ ریاکاری نہیں جو دنیاوی مفاد کے لئے ماتحت افسر کے سامنے دکھلاوے کی نماز پڑھتا ہے۔ بلکہ یہاں ریاکاری کا مطلب یہ ہے کہ دراصل عابد و معبود کی حقیقت ایک ہے۔ لیکن پھر بھی حکم شریعت کا احترام کرتے ہوئے اور عابد بن کر معبود کے سامنے ریاکارانہ نماز ادا کرتا ہے۔ گویا خالی ایکٹنگ کرتا ہے۔ اور اسی قسم کی نماز کی طرف حق تعالیٰ نے آیہ کریمہ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ

ہدایت خلق کے فرائض انجام دیتا ہے اور دیگر مناصب حیات انجام دیا ہے۔ اسے مقام لقا باللہ کہتے ہیں۔ لیکن جب اس مقام پر زیادہ پائید تی ہے تو اسے بقاالبقا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو کمال بشریت ہے اور سلوک الی اللہ میں بلند ترین مقام ہے۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے (یعنی لقا اللہ تک رسائی ہوتی ہے) تو حق تعالیٰ کے قول يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ[1] (زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے) کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے اور مقام فنا سے بقا میں آتا ہے۔

رموز دوم در بیان نماز

نوٹ:- چونکہ یہاں حضرت اقدس نے استعارات سے کام لیا ہے اور فارسی عبارت ادق بن گئی ہے اصل عبارت درج کی جاتی ہے۔ تاکہ نکتہ دان حضرات خود معانی سمجھ لیں۔ اس کے بعد احقر اپنی فہم ناقص کے مطابق مطالب بھی بیان کرے گا۔ حضرت اقدس کی عبارت ذیل ہے:-

”رموز دوم در نماز گذاردن فرض عین است۔ و گذاردن با دل و جان عین فرض است باید کہ اگر نماز برہا (بے ریا) بگذارد اسلام عین است و ہم گذاردن با دل و جان فرض عین است۔ و اگر نماز پرہا (بے ریا) نگذارد اسلام عین است۔ و اگر با ریا بگذارد کفر عین است و گذاردنش فرض عین است باید کہ نماز پرہا (بے ریا) بگذارد چناں بگذارد کہ بگذارد با ازیں جا است کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود حدیث مَنْ اَرَادَ الْعِبَادَةَ

---

[1] مردہ سے زندہ نکالنے کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ بعض اوقات جب ماں مرجاتی ہے، تو اس کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور کبھی ماں زندہ ہوتی ہے تو بچہ مُردہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن باطنی معنی یہ ہیں کہ ابتدا میں سالک کور باطن ہوتا ہے اور مردہ کی طرح ہے۔ لیکن فنا فی اللہ کے بعد وہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہو کر حقیقی زندگی حاصل کرتا ہے۔ گویا پہلے مردہ تھا اب زندگی میں مبتدل ہو گیا۔ لیکن جب پھر سیر نزولی کے بعد جب مقام دوئی میں آتا ہے تو پھر مردہ ہو جاتا ہے۔ اور بدون حکم الٰہی اس پر کچھ منکشف نہیں ہوتا۔ اس آیت کریمہ کے دوسرے معانی یہ ہیں کہ جب سالک مقام فنا فی اللہ میں بمصداق حدیث بی یسمع و بی یبصر اور حدیث تخلقوا باخلاق اللہ صفاتِ حق تعالیٰ سے متصف ہوتا ہے تو اسے مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کرنے کا تصرف حاصل ہو جاتا

سلمان بن سکے۔

موزِ اوّل در بیانِ کلمہ طیبہ

اگر کوئی طالب صادق ہے تو اُسے لا
ہ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کا مقصدِ اصلی جاننا چاہیئے۔ یعنی گوہر ہاتھ
نا چاہیئے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎

عجب بُد بودن معبود نابود
عجب شد مظہر ما ہست ہت

(کیا ہی عجیب بات ہے کہ معبود ہے اور نہیں بھی۔ خوب بات کہ ہمارا
وب موجود بھی ہے اور نابود بھی)[لے] حضرت شمس الدین تبریزی قدس سرہٗ نے حقیقت
طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ؎

فنا اندر فنا یعنی فنا ہست
بقا اندر بقا یعنی بقا،

شرح

مقام فناء الفناء حقیقی فنا ہے۔ اور مرتبہ بقاء البقاء حقیقی بقاء ہے۔ سالک سیر
ی اللہ کے بعد مقام فنا فی اللہ میں پہنچتا ہے۔ اسے فنائے وحدت حاصل ہے۔
ی عالم صفات یا عالم جبروت یا حقیقتِ محمدیہ میں فنا ہو کر ایک ہو جاتا۔ اس کے
پر ایک اور مقام ہے۔ جسے فنائے فنا یا فناء الفناء کے نام سے موسوم جاتا ہے
مقام احدیت یا ذات لاتعین میں فنا ہے۔ جہاں پہنچ کر سالک یہ بھی بھول جاتا ہے۔
یں فنا ہو چکا ہوں۔ اس لئے اس مقام کو فناء الفناء کے نام سے موسوم کیا جاتا۔
ں کے بعد سالک سیر نزولی یا سیر من اللہ کے ذریعے پھر مقام دوئی یا کثرت میں آتا ہے
ی فنا فی اللہ کے استغراق و محویت سے نکل کر وہ بقا باللہ کے صحو یا ہشیاری میں

معبود و محبوب کے بیک وقت ہونے اور نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقام دوئی میں
بد بھی ہے اور معبود بھی، طالب بھی ہے اور مطلوب بھی، عاشق بھی ہے اور معشوق بھی۔
ن مقام فنا یعنی مقام احدیت میں نہ عابد ہے نہ معبود، نہ طالب ہے نہ مطلوب۔ نہ
ہے نہ محبوب۔ یہ ذات کا تعین اور تنزیہ کا مقام ہے۔ جو اسم و صفت سے
ی بالاتر اور سمت اور اشارہ بھی پاک و منزہ ہے

الیقین میں اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی جب یقین آجائے کہ ذاتِ حق کے سوا کوئی چیز نہیں اور عابد و معبود ایک ہے۔ تو پھر نماز ریاکاری یعنی محض ایکٹنگ رہ جائے گی، اور احترام شریعت کی خاطر ریاکاری سے کام لیتے ہوئے ایکٹنگ ضرور کرے گا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اُس وقت نمازی مسلمان ہوگا، یعنی حقیقی مسلمان ہوگا اور اس کی نماز قبول ہوگی۔ جب نماز قبول ہوگی تو اضافتِ من و تو یا عابد و معبود اُٹھ جائے گی۔ جب اضافت اُٹھ جائیگی تو عبد و رب کی حقیقت اُس پر منکشف ہو جائے گی۔ اور برف اور پانی کا فرق مٹ جائے گا۔ یعنی برف بھی دراصل پانی ہے۔ جو دوسری شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ اس لئے عبد بھی دراصل ذاتِ حق سے جُدا نہیں ہے۔ اگرچہ شکل ظاہری میں جُدا نظر آتا ہے۔ اس کے بعد حضرتِ اقدس فرماتے ہیں کہ اس مقام پر پہنچ کر سالک سیراب ہو جاتا ہے یعنی اس کی تشنگی یا طلب ختم ہو جاتی ہے۔ اور قطرہ دریا میں مل جاتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ ۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا کہ میں کون ہوں، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اس وجہ سے کہ عبد و رب کی حقیقت ایک ہے۔ اور سوائے ذاتِ حق کے غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو وحدت کے شراب کی لذت حاصل کرتا ہے۔ یعنی شرابِ توحید اور فنائے ذات میں مست و بے خود ہو جاتا ہے اور اس وقت اُس کو لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ یعنی ذاتِ حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں ۔

شرح اب احقر مترجم وحدت الوجود کے متعلق مزید صراحت کرے گا تاکہ قارئین کرام کو اس کی حقیقت بھی معلوم ہونی چاہیئے۔ آج کل ظاہر بین قالی صوفی حضرات کے درمیان وحدت الوجود و وحدت الشہود پر بڑے مباحثے ہو رہے ہیں۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات شریف میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں جو فرق نظر آرہا ہے وہ لفظی فرق یا نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے رسالہ مدنیہ میں فرمایا ہے کہ وحدت الوجود و وحدت الشہود کے مابین جو نزاع یا اختلاف ہے وہ نزاع لفظی ہے نزاع حقیقی نہیں

ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے بھی اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی اصل ایک ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتابوں سے دونوں کا ثبوت ملتا ہے، اس لئے یہ نزاع لفظی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وجود ایک ہے۔ ذاتِ حق کے سوا کسی فرد وجود نہیں ہے تو پھر بُت پرستی کیوں حرام ہے؟ جواب یہ ہے کہ بت خدا نہیں ہے۔ لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہے۔ جس طرح زید کا ہاتھ زید نہیں ہے لیکن زید سے جدا بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص زید کی بجائے زید کے ہاتھ سے دستخط طلب کرے تو وہ بڑا بے وقوف کہلائے گا۔ اسی طرح بت پرستی بھی بے وقوفی اور مضحکہ خیز ہے۔ لیکن ذاتِ حق چونکہ بے مثل و مثال ہے اس لئے زید اور اس کے ہاتھ کی مثال اللہ تعالیٰ اور کائنات پر پوری صادق نہیں آتی ہے۔ مولانا جامیؒ نے سوانح جامی میں فرمایا ہے کہ مخلوق کو خالق سے جو تعلق ہے وہ نہ کل اور جز کا سا تعلق ہے، نہ ظرف و مظروف کا، بلکہ یہ تعلق لازم و ملزوم کا سا ہے۔ اور صفت و موصوف کا سا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات حق تعالیٰ کی صفت تخلیق کا مظہر ہے۔ چونکہ صفت اور موصوف ایک ہی ہیں اس لئے کائنات بھی حق تعالیٰ کا عین ہے غیر نہیں۔ ایک لحاظ سے ہم کتاب کو مصنف کا عین کہہ سکتے ہیں اور ایک لحاظ سے غیر بھی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ کتاب کا وجود علیحدہ صورت میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح مجاز کے اعتبار سے کائنات حق تعالیٰ کا غیر اور حقیقت کے اعتبار سے حق تعالیٰ کا عین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ عظام اور علمائے متکلمین نے لکھا ہے کہ صِفَاتُ اللہِ ھِیَ لَا عَینُہٗ وَلَا غَیرُہٗ (یعنی اللہ کی صفات نہ اللہ کا عین ہیں نہ غیر) اگر صفات کو موصوف کا عین کہا جائے تو کثرت وجود لازم آتا ہے۔ یہ صرف نقطۂ نگاہ کا فرق ہے۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ شریعت کی رُو سے یعنی عقائدِ اسلام کی رُو سے وحدت الوجود کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ امر مسلّمہ ہے کہ حق تعالیٰ ذات و صفات کے اعتبار سے لامحدود ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو محدود قرار دے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر وحدت الوجود کو نہ مانا جائے اور کائنات کو حق تعالیٰ کا غیر یعنی علیحدہ وجود تصور کیا جائے۔ تو ذاتِ حق محدود ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے کہ اگر حق تعالیٰ

ئنات میں نہ ہو باقی ہر جگہ ہو تو محدود ہو جاتا ہے۔ اور ذات حق کو محدود سمجھنا ہر فرقے کے نزدیک کفر ہے۔ سوائے غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ کے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر کی جانب عرش پر بیٹھے ہوئے کائنات کو دیکھ رہے ہیں۔ الغرض نے یہ نظریہ آیۂ کریمہ الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی سے اخذ کیا ہے۔ اُن کو یہ معلوم نہیں کہ آیۃ الکرسی میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یعنی آسمان وزمین (کائنات) میری کرسی یا عرش میں شامل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا عرش پوری کائنات پر حاوی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود اور کل شئے کے اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں لہٰذا غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ اگر غیر کا وجود تسلیم نہ کیا جائے۔ تو کفر لازم آتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت وجود بھی ہے۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں لاشریک ہے اس لئے صفت وجود میں بھی اُس کا کوئی شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ لہٰذا وحدت الوجود برحق ہے لیکن یہ بات حال سے تعلق رکھتی ہے، اصحاب قال صرف منطقی استدلال سے قائل ہو سکتے ہیں۔ وحدت الوجود کی حقیقت اس وقت منکشف ہوتی ہے جب مقام فنا فی اللہ تک رسائی ہوتی ہے۔ ختم ہوا مترجم کا بیان)

رموز سوم دربیان روزہ

معلوم ہونا چاہیئے کہ روزہ رکھنے سے مراد رازداری ہے نہ کہ کھانے پینے سے منہ بند کرنا۔ اسی وجہ سے اولیاء کرام نے فرمایا ہے صُوْمُوْا بِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوْا بِرُؤْيَتِهٖ (رویت حق یعنی دیدار حق تعالیٰ سے سحری کرو اور دیدار حق تعالیٰ سے افطاری کرو) جاننا چاہیئے کہ روزہ رکھنا ذہن میں ہے یعنی عین بن جانا (دوئی کا مٹ جانا)، ہاں ہاں ہے۔ آمنا وصدقنا۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا، عین ہو گیا۔ اس وقت عین (آنکھ) سے دیکھتا ہے کہ خود عین (ذات) ہے غیر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ (جس نے مجھے دیکھا)، آنحضرتؐ نے یہ کلمات اپنے حال سے فرمائے ہیں (نہ کہ قال سے) شعر

چوں او عین من، من عین اویم
انا الحق چوں نگویم چوں نگویم

(جب وہ میرا عین اور میں اس کا عین ہوں تو انا الحق کیوں نہ کہوں، یہی وجہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رَأَیْتُ رَبِّی بِرَبِّی۔ میں نے اپنے رب کو اپنے رب سے دیکھا یعنی خود کو خود سے دیکھا، جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے اَللّٰہُ[1] نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا راز اس پر کھل جاتا ہے۔

رموزِ چہارم در بیان زکوٰۃ

جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ دینا فرض ہے، یعنی اپنے آپ کو دے دینا فرض ہے۔ شرح اپنے آپ کو دے دینے کا مطلب یہ ہے کہ خود نہ رہے بلکہ ذاتِ حق میں گم ہو جائے۔ زکوٰۃ کا مصدر بھی تزکیہ یعنی تزکیہ نفس ہے یعنی غلاظتِ غیر سے اپنے آپ کو پاک کر اور خالص ذات ہو جانا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے) یعنی معیتِ حق حقیقی معنوں میں اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو ہر چیز سے حتیٰ کہ اپنے وجود سے بھی پاک ہو جائے۔ اور خود نہ رہے۔ متن اردو۔ ہاں ہاں اسی طرح ہے (جس نے اپنے آپ کو دے ڈالا، خدا کو پالیا۔ ہر کہ خود را داد، خدا را یافت" (جس نے خود کو گم کر دیا خدا کو پا لیا)، یہی وجہ ہے کسی بزرگ نے فرمایا ہے، نایافتنِ خود یافتنِ خدا است و نادیدنِ خود دیدنِ خدا است (اپنے آپ کو گم کر دینا خدا کو پانا ہے اور اپنے آپ کو نہ دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے) جب تک سالک اپنے آپ کو نہیں مٹائے گا خدا کو نہیں پائے گا، خواہ وہ زاہد بن کر فرشتہ سیرت بن جائے۔ یا قارون کی طرح دولت مند ہو جائے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ (وطن کی محبت،

---

[1] یہاں نور سے مراد نورِ حیات ہے یعنی حق تعالیٰ کائنات کی روح اور جان ہے جس طرح انسانی جسم روح اور جان کی بدولت زندہ ہے اسی طرح کائنات بھی روحِ حق تعالیٰ سے زندہ اور پائندہ ہے جس طرح روح اور جسم ایک چیز کا نام ہے۔ اسی طرح کائنات اور حق تعالیٰ میں بھی کوئی غیریت نہیں ہے۔ اگر موجودات کا علیحدہ وجود مانا جائے تو مادہ کا غیر اللہ ہونا اور قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ جو ناجائز ہے اگر مادہ کو مخلوق مانا جائے تو وہ حق کی صفت تخلیق کا مظہر ہے۔ اس لئے غیر نہیں عین ہے۔ کیونکہ صفت و موصوف میں عینیت ہے غیریت نہیں۔

ایمان ہے، چونکہ انسان کا وطن عالم قدس یعنی ذات باری تعالیٰ ہے جب تک مقام قرب پر نہیں لوٹے گا ایماندار نہ ہوگا، نیز فرمایا۔ حُبُّ الدُّنیا رأسُ خطیئۃ وترکُ الدُّنیا رأسُ کلِّ عبادۃ (دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور دنیا کا ترک کرنا تمام عبادت کی جڑ ہے۔)[1] جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تو تفرقہ مٹ جاتا ہے۔ اور اس وقت اس پر آیۃ اِنَّمَا اِلٰہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ کے معنی منکشف ہو جاتے ہیں۔ (تمہارا معبود وہی اکیلا معبود ہے جو رحمٰن اور رحیم ہے) اکیلے اور ایک میں فرق ہے۔ اکیلا کا مطلب یہ ہے کہ وہی ایک موجود ہے۔ اس کے سوا کوئی وجود نہیں۔ ایک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک ہے لیکن اس کے ساتھ دیگر موجودات بھی موجود ہیں۔

رموز ۵ دربیان حج:۔ حج پر جانا فرض ہے یعنی خود جانا فرض ہے۔ ہاں اسی طرح پر ہے۔ خود جانے میں خدائی ہے اور خود نہ جانے میں جدائی ہے۔ یہاں یعنی اس دنیا میں جو جدائی ہے وہاں یعنی آخرت میں خودنمائی ہے۔ اور وہاں جو خودنمائی ہے وہ خدائی ہے اور جو خدائی ہے بے نمائی ہے اور وہاں جو بے نمائی ہے وہ خدائی ہے۔ یہ اس کے لئے نازل ہوئی ہے (جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جو شخص اس دنیا میں نابینا ہے۔ آخرت میں بھی نابینا ہوگا۔ اور یہ بدترین طریقہ ہے۔ بس تو وہ کام کر جو تیرے کام آئے۔ وہ کام کر جو تیرا دوست بھی نہ کر سکے۔ اس وقت تیرا حج پر جانا صحیح ہوگا۔ اور تجھے مقصود حاصل ہوگا۔ جب سالک اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو آیۂ پاک اینما تولوا .... یعنی (جس طرف دیکھو اللہ کی ذات نظر آئے گی) کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

شرح: حضرت اقدس کا مطلب یہ ہے کہ حج پر جانے کا مقصد یہ ہے کہ خود چلا جائے۔ یعنی خود نہ رہے بلکہ ذات حق ہو جائے یعنی مقام فنا فی اللہ حاصل ہو جائے۔

---

[1] ترک دنیا سے مراد ظاہری ترک نہیں بلکہ باطنی ترک ہے یعنی روحانی ترک۔ مطلب یہ کہ دنیا میں رہے لیکن دنیا کا نہ بن جائے بلکہ اپنے اصل وطن یعنی ذات حق کا ہو رہے۔ ظاہری ترک دنیا رہبانیت ہے جو ناجائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا رھبانیۃ فی الاسلام (یعنی اسلام میں رہبانیت ناجائز ہے) لہٰذا ترک دنیا سے مراد دل سے دنیا کی محبت اور رغبت کو ترک کرنا ہے تاکہ پاک و صاف ہو کر عالم قدس جو ہے

جب یہ حالت ہوجاتی ہے تو یہ خدائی ہے یعنی بندہ خود نہیں رہتا۔ بندہ گم ہوجاتا ہے اور خدا رہ جاتا ہے۔ لیکن خود کو فنا کئے بغیر حج پر جائے، تو خدائی نہیں جُدائی ہے۔ یعنی اس وقت بندہ محجوب اور دیدار سے محروم ہوتا ہے۔ "اینجا" اور "آنجا" کے دو معنے ہوسکتے ہیں۔ ایک مطلب دنیا و آخرت ہے۔ دوسرا مطلب ظاہر و باطن ہے۔ حضرتِ اقدس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں خودنمائی ہے۔ یعنی جب تک سالک کا وجود باقی ہے۔ وہ ہجر و فراق میں رہتا ہے۔ جب اپنا وجود گم کرکے فانی فی اللہ ہوتا ہے تو خدائی کرتا ہے، خدائی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بندہ خدا بن جاتا ہے۔ بلکہ بندہ نہیں رہتا۔ خدا رہ جاتا ہے انا الحق کا مطلب بھی یہی ہے۔ منصور یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ میں حق ہوں بلکہ منصور ذاتِ حق میں فانی اور گم ہوچکا ہے۔ اور حق کہہ رہا تھا، کہ میں حق ہوں۔ یہ اسلامی نظریۂ ہمہ اوست ہے۔ ہندوانہ ہمہ اوست یہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے۔ اور یہ غلط بلکہ کفر ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں یہ استعداد نہیں کہ حق تعالےٰ کے تمام صفاتِ کمال کی متحمل ہوسکے۔ اسلامی اور ہندوؤں کے ہمہ اوست میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہندوانہ ہمہ اوست کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے اسلامی ہمہ اوست کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہے جس طرح کہ زید کا ہاتھ زید نہیں۔ لیکن زید سے جُدا بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص زید سے رقم طلب کرے اور وہ انکار کرے۔ تو کوئی عقلمند شخص زید کے ہاتھ کو کہہ کر اس کی جیب سے رقم نکالنے کی فرمائش نہیں کرے گا۔ جس طرح زید کی بجائے زید کے ہاتھ سے رقم طلب کرنا مضحکہ خیز ہے اسی طرح بت پرستی بھی مضحکہ خیز ہے۔ لیکن عرفائے اسلام نے زید اور ہاتھ کی مثال دینے کو بھی غلط کہا ہے۔ کیونکہ ذات حق کا کائنات سے جو تعلق ہے وہ بقول مولانا جامیؒ ایسا تعلق نہیں جو کل کا جزو سے ہوتا ہے۔ یا ظرف کا مظروف سے، بلکہ وہ تعلق ہے جو صفت کا موصوف سے اور لازم کا ملزوم سے ہے۔ کائنات حق تعالیٰ کی صفتِ تخلیق کا مظہر ہے۔ لہٰذا ایک لحاظ سے اسے عین حق کہا جاسکتا ہے۔ اور دوسرے لحاظ سے غیر حق، اس لئے عارفین کا مقولہ ہے کہ صفات اللہ لا عینہ ولا غیرہ (اللہ تعالیٰ کی صفات نہ اس

کی مبین ہیں۔ نہ غیر اور عین بھی ہیں اور غیر بھی (جس طرح انسان کا سایہ اس کا عین بھی ہے۔ اور غیر بھی۔ یہ ہے مختصر بیان مسئلہ وحدت الوجود کا جس کی تفصیل مترجم نے اپنی کتاب "مشاہدۂ حق" میں شرح) و بسط کے ساتھ کی ہے۔

رموز ۶ طریقت کے بیان میں:

(جاننا چاہیئے کہ طریقت کے اصطلاحی معنی ہیں نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا یعنی نفس کا ذاتِ حق میں گم کر دینا) جب سالک اس مقام تک سیر کرتا ہے تو اس آیۂ پاک کے معانی اس پر کشف ہو جاتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (جو لوگ ہمارے اندر سیر کرتے ہیں ہم ان کو مزید ترقی کے مقامات پر پہنچاتے ہیں) طریقت کے معنی تقویٰ کے بھی ہیں۔ یعنی اپنے آپ سے پاک ہونا۔ ہاں یہی مطلب ہے (خدا اپنے اندر ملتا ہے نہ کہ آسما میں یا زمین میں) جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ انسان قلب بیت اللہ ہے) ترجمہ شعر: (میرے جبہ یعنی جسد خاکی میں خدا کے سوا کچھ نہیں، تو آسمان اور زمین میں تلاش کرتا رہ۔ جب خانہ کا پتہ چل گیا تو صاحب خانہ خود بخود مل جائے گا) اس وقت سالک پر حدیث کُنْتُ کَنْزًا.. یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے خواہش ہوئی کہ پہچانا جاؤں اس لئے خلق کو پیدا کیا) کا راز کھلتا ہے)

شرح:- طریقت کے لغوی معنی ہیں راستے پر چلنا اور اصطلاحی معنی ہیں سلو الی اللہ طے کرنا۔ یعنی ریاضیات اور مجاہدات کے ذریعے تز نفس کرنا اور روحانی طاقت بڑھا کر عالم بالا کی طرف پرواز کرنا۔ جب تزکیہ نف ہو جاتا ہے۔ تو اس آیت کے معنی سالک پر منکشف ہوتے ہیں۔ ج لوگ ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنے راستے بتاتے ہیں۔ لفظ فینا کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اندر مجاہدہ کرتے ہیں۔ یعنی ہماری ذات میں فانی ہوتے ہیں۔ تو اس وقت ان کو ہم مزید ترقی کے راستے بتاتے لیکن علمائے ظاہر لفظ فینا کو الینا پڑھتے ہیں۔ کیونکہ ان کو مقام فنا فی اللہ کا ع نہیں ہوتا ہے لہٰذا جَاهَدُوْا فِيْنَا کا مطلب ہے سیر الی اللہ اور فنا فی اللہ

چنانچہ جب تزکیۂ نفس ہو جاتا ہے تو سالک کے اندر قوتِ پرواز پیدا ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں واصل ہو کر جوں جوں کوشش کرتا ہے بلند سے بلند تر مقامات پر اس کی رسائی ہوتی ہے۔ چونکہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں اس لئے سیر فی اللہ یا فنا فی اللہ کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ اور یہ سفر ابد الآباد تک جاری رہتا ہے۔ اور نہایت ہی پُر کیف اور پُر لطف سفر ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی لذت نہیں کر سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب کو بیت اللہ کہا ہے۔ ایک حدیث میں مومن کے قلب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا عرش بھی کہا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نہ اپنی زمین میں سما سکتا ہوں، نہ اپنے آسمانوں میں۔ لیکن اپنے بندۂ مومن کے قلب میں سما سکتا ہوں۔ ان احادیث سے غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ کے اس قول کی تکذیب ہوتی ہے۔ جس میں انھوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر کی جانب عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جمہور علمائے اسلام نے اس قول کے متعلق کہا ہے۔ کہ اس سے تجسیم لازم آتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ایک جسم ماننا پڑتا ہے۔ جو شریعت اسلامیہ میں محال ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اُس پر حدیث "کُنتُ کنزاً مخفیاً" کے معانی منکشف ہو جاتے ہیں وہ اس طرح پر ہے کہ چونکہ کائنات حق تعالیٰ کی صفتِ تخلیق کا مظہر ہے اور چونکہ صفت و موصوف ایک ہیں۔ اس لئے سالک پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کائنات وجودِ حق تعالیٰ سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ عین حق ہے۔ یہ بات سالک پر علمی طور پر ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ حال کے طور پر وہ ہر چیز میں حضرتِ حق کو جلوہ گر دیکھتا ہے۔

رموزِ حقیقت کے بیان میں:-

جاننا چاہیے کہ حقیقت سے مراد تقویٰ ہے یعنی حق ہو جانا، اضافت کا مٹانا معیت کا ختم کرنا اور تمنا سے گذر جانا ہے۔ "اَلفَقرُ لَا یَحتَاجُ اِلَی اللّٰہ" کے یہی معنی ہیں۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اُس پر "قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" کی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔

شرح: حقیقت کا مطلب ہے بندہ کا ذاتِ حق میں گم ہونا۔ اور حق کا باقی رہ

جانا، اس مقام پر تمام اضافتیں مٹ جاتی ہیں۔ یعنی بندہ کا بندہ ہونا ختم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ معیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ معیت کا مطلب ہے اللہ کا بندہ کے ساتھ ہونا جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے اَللّٰہُ مَعَنَا (اللہ ہمارے ساتھ ہے) یہ آیۂ پاک ظاہریت پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن جب مقام فنا حاصل ہوتا ہے تو معیت اور قُرب بھی ختم ہو جاتا ہے اور خودی مٹ جاتی ہے۔ اور خدا رہ جاتا ہے۔ اَلْفَقْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلَی اللّٰہِ۔ کا یہی مطلب ہے۔ یعنی اُس وقت بندہ اور مولا کی نسبت بھی نہیں رہتی۔ بلکہ عالم تنزیہہ یعنی ذات بحث یا خالص ذات منزہ از صفات کے مرتبہ میں اسم اور صفت بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اللہ چونکہ اسم ہے۔ مقام لاتعین اور احدیت پر لفظ اللہ کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔ مقام ذات پر نہ اسم ہے نہ حرف ہے نہ اشارہ ہے نہ صفت ہے۔ نہ کوئی اور نسبت۔ بلکہ ذات ہی ذات ہے۔

رموزِ معرفت کے بیان میں:-

جاننا چاہیئے کہ اسم معرفت اسم ظرف ہے۔ جس کے معنی ہیں جائے شناختن۔ یعنی ہر جگہ ذات پاک واحد کو پانا۔ اور کائنات کے گوناگوں مظاہر میں ایک ذاتِ حق کے ساتھ حاضر ہونا۔ اگرچہ مختلف ناپاک اور دہشت ناک صورتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ لیکن احدیت پر جم جانا چاہیئے۔ اور کسی قسم کا خوف نہیں کرنا چاہیئے۔ حدیث پاک میں ہے۔ کہ ایمان خوف اور اُمید کے درمیان ہے اس کا مطلب یہی ہے۔ جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو الحمد للہ رب العالمین مالک یوم الدین کی حقیقت اس پر منکشف ہوتی ہے۔

شرح:- عارفین کا قول ہے کہ اسلام چار چیزوں کا مجموعہ ہے۔ شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت۔ شریعت سے مراد راستہ ہے۔ طریقت کا مطلب ہے اُس راستے پر چلنا۔ اور منزل مقصود جہاں راستہ ختم ہوتا ہے اس کا نام حقیقت ہے اور حقیقت سے آگاہ ہونے کا نام معرفت ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:- الشریعۃ اقوالی، والطریقۃُ افعالی، والحقیقۃُ احوالی والمعرفۃ وا سراری۔ یعنی شریعت میرے اقوال کا نام ہے، طریقت میرے اعمال، حقیقت میرے باطنی حال اور معرفت میرے اسرار و رموز کا نام ہے۔ اس لئے جو لوگ صرف

شریعت و ظاہری اعمال پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی حقیقت سے محروم رہتے ہیں۔ حقیقتِ اسلام کیا ہے ذاتِ حق میں فنا ہو جانا۔ اور قطرے کا سمندر میں گم ہو جانا۔ لیکن یہ گم ہو جانا دائمی نہیں ہوتا بلکہ جب جی چاہے سالک ذاتِ حق میں فنا ہو جاتا ہے اور جب جی چاہے فنا سے نزول کر کے دوئی اور کثرت کے مقام پر آ جاتا ہے۔ اور فرائضِ زندگی ادا کرتا ہے۔ اس لئے حدیث "ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔" کے یہ معنی ہوئے کہ پہلے موجوداتِ عالم کو ذات سے الگ دیکھ کر سالک پریشان ہوتا ہے۔ جب مقامِ وحدت میں جاتا ہے تو سکون حاصل ہوتا ہے اس مقام پر الحمد للہ رب العالمین کی حقیقت ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سالک میں جو حمد و محاسن یعنی خوبی صفات اور کمال دیکھتا ہے۔ مثلاً اُن کے کارنامے مناظر قدرت کی رنگینیاں اور جمادات و نباتات و حیوانات کے خصائل سب کو ذاتِ حق کے صفات دیکھتا ہے الگ کوئی چیز نہیں دیکھتا۔

رموز نمبر ۹ یعنی چار منازل

سنو! عالمِ ناسوت، عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت، عالمِ لاہوت، یہ سب تو ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ تمام جہان تو تیری پیدائش سے پہلے تھے۔ یہ کس طرح پر ہے۔ تو اس کا جواب حق تعالیٰ سے سن جس نے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رح سے فرمایا کہ اے غوث الاعظم انسان کا جسم، اس کا نفس، اس کا قلب، اس کا روح، اس کا سمع، اس کا بصر، اس کی لسان، اس کے اعضاء سب کو میں نے پیدا کیا۔ اپنی ذات سے اور اپنی ذات کے لئے۔ وہ نہیں ہے مگر میں ہوں۔ اور میں اس سے غیر نہیں ہوں۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس آیت کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی۔ وہ لوح محفوظ میں ایک کتاب ہے۔ میں اللہ ہوں اور میرے سوا کسی غیر کا وجود نہیں ہے"

شرح:۔ عالمِ ناسوت سے مراد یہی ظاہری دنیا ہے، عالمِ ملکوت یا عالمِ ارواح سے مراد روحوں کا جہان ہے۔ عالمِ جبروت اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا جہان ہے۔ اور لاہوت سے مراد خالص ذات منزہ از صفات کا جہان ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ کہ یہ تمام جہان تیرے سوا کچھ نہیں یعنی جب انسان حق تعالیٰ کا عین ہے

تو مختلف موجودات جو ذات حق کا عین ہے، انسان کا بھی عین ہوئے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضرت غوث الاعظم سے فرمایا کہ انسان کا جسم، قلب، روح، سمع، ابصار وغیرہ سب ذات حق کا عین ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت غوث الاعظم نے وہ الہامات جو آپ کو حق تعالیٰ کی طرف سے ہوئے۔ ایک کتاب کی صورت میں جمع کئے ہیں۔ جو حال ہی میں مکتبۃ الکتاب لاہور نے رسالۂ غوثیہ کے نام سے شائع کئے ہیں۔ اور بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ نے ان کی شرح کی۔ اس الہام کی شرح کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

"انسان کا دل، انسان کی روح، انسان کے کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں سب کو میں نے اپنی ذات سے ظاہر کیا یعنی اپنی ذات کے نور سے۔ اور اپنی ہی ذات کے لئے انسان کو آئینہ بنایا۔۔۔۔۔ یعنی انسان اور اس کی حقیقت سوائے اس کے نہیں کہ میں ہی ہوں اور میں اس کا غیر نہیں ہوں۔ آئینہ کی طرح انسان اور خدا ایک صورت ہیں۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ بمصداق خلق آدم علی صورتہٖ۔ حق تعالیٰ اپنے آپ کو دیکھنے کے لئے انسان کو اپنی طرح پیدا کیا۔ یعنی اپنی صورت میں اس لئے کہ لِاَنِّی اشتدَّ شوقاً اِلیٰ لقائھم۔ میں ان کو دیکھنے کا بے حد مشتاق تھا کسی نے خوب کہا ہے۔

عاشق حسن خود است آں بے نظیر   حسن خود را خود تماشا مے کند

رموز ع۱۰ جبروت کے بیان میں جبروت کا مطلب ہے مشاہدۂ حق میں ہونا اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ مَارَاَیْتُ شَیْئاً اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ (میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی کہ جس میں اللہ کو نہ دیکھا ہو) جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ آیہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط۔ اس پر منکشف ہوتی ہے۔

شرح:۔ جبروت عالم صفات کا نام ہے۔ اور صفات کا خاصا کشف و کرامات ہے اس مقام پر سالک پر حقیقت اشیاء منکشف ہوتی ہے۔ اور جس چیز کو دیکھتا ہے اس میں ذات حق جلوہ گر نظر آتی ہے۔

رموز ع۱۱ ملکوت کے بیان میں:۔ ملکوت یعنی ماسوا اللہ سے پاک ہونا۔ اللہ

جمیل ہے۔ اور جمال سے محبت کرتا ہے۔ یعنی ہر حال میں اللہ اللہ کہنا اور ہو ہو دیکھنا۔ اس شعر کا یہی مطلب ہے۔ ؎

ہر خیالے غیرِ حق را دزد داں سالکاں را ایں ریاضت فرض داں

غیرِ حق کے ہر خیال کو چور سمجھ۔ سالکین کے لئے یہ ریاضت فرض ہے۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو وَھُوَ مَعَکُمْ اینما کُنتُم کی حقیقت اس پر آشکارا ہوتی ہے

شرح:۔ عالمِ ملکوت یعنی جب عالمِ ارواح میں پہنچ کر سالک اپنے جسم کی قیود سے آزاد ہوتا ہے۔ تو ہر جگہ ذاتِ حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس وجہ سے جسم کی قیود اس کے لئے حجاب ہوتی ہیں۔

رموز نمبر ۱۲ ناسوت کے بیان میں:۔

جاننا چاہیئے کہ ناسوت سے مراد غافل ہونا ہے۔ غفلت، دو طرح کی ہوتی ہے۔ اگر غفلت صفاتِ ضمیمہ یعنی بُری صفات سے ہے تو یہ بدایت ہے یعنی ابتدا۔ اور آیۂ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ..... الیٰ آخرہ اس کے حق میں صادق آتی ہے۔ اگر غفلت اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے ہے۔ تو وہ بھی بدایت ہے یعنی جس طرح پہلے تھا اب بھی اسی طرح ہے۔ یعنی وحدت تھی۔ کثرت کا نام و نشان نہ تھا۔ اس لئے شرک بھی بالکل نہ تھا۔ اسی وجہ سے بزرگانِ دین نے کہا ہے کہ انتہائی مقام ابتدا کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔ اور یہ مقام ناسوت ہے۔ پس یاہوت (جو آخری مقام ہے) اور ناسوت جو ابتدائی مقام ہے۔ دونوں ایک ہوئے۔ جو کچھ مخفی تھا ظاہر ہوا۔ اس سبب سے کہا گیا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو وہ تیس ہزار نکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عوام سے مخفی رکھے، اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

شرح:۔ یاد رہے کہ سالک کی سیر الی اللہ یا عروجی سفر دائرہ کی شکل میں ہوتا ہے اور دائرہ کے محیط پر سفر کرتے ہوئے پھر اسی نقطۂ آغاز پر پہنچ جاتا ہے۔ پس وہی نقطہ ابتدائی نقطہ بھی ہے اور انتہائی بھی۔ کل لسانہ یعنی اس کی زبان گنگی ہو گئی۔ کے یہ معنی ہیں کہ جب ذات، بجہت یا احدیت میں فنا حاصل کرتی

ہے نہ وہاں نہ کوئی زبان ہے۔ نہ اسم ہے نہ صفت نہ اشارہ نہ سمت محض اطلاق ہی اطلاق کا سامنا ہوتا ہے۔ اس لئے سالک کلام کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔ اور اوپر جو کہا گیا ہے کہ غفلت دو قسم کی ہے مذموم اور محمود۔ اس سے بھی مراد وہی مقام حیرت ہے جو فنا فی اللہ کے بلند درجات پر سالک پر طاری ہوتی ہے۔ یہ حیرت محمود ہے اور مذموم حیرت ہے جو عرفان سے پہلے زمانہ جاہلیت میں سالک پر طاری ہوتی ہے۔

رموز ۱۳

دوسری توجیہ یہ ہے کہ عالم ناسوت میں جہل ہے۔ عالم ملکوت میں معرفت ہے۔ عالم جبروت میں دیکھنا اور عالم لاہوت میں ہونا یعنی خدا کے ساتھ ایک ہو جانا ہے۔ اور ہاہوت میں بھول جانا ہے۔ یہاں بھی ناسوت اور ہاہوت ایک ہوئے۔ یعنی دونوں حالتوں میں لاشعوری کی کیفیت ہے۔ تیسری توجیہ سنو، ہاہوت میں نہ ہونا یعنی نیستی ہے۔ لاہوت میں ہونا یعنی ہستی ہے۔ جبروت میں دکھانا، ملکوت میں سُننا اور ناسوت میں نہ ہونا ہے۔ اس صورت میں بھی ناسوت اور ہاہوت کی حالت یکساں ہوئی۔ چوتھی توجیہ سنو۔ ناسوت میں نیستی ہے، ملکوت میں ہستی ہے۔ جبروت پیوستگی، لاہوت میں خبر اور ہاہوت میں بے خبری ہے۔ یہاں بھی ناسوت اور ہاہوت کی حالت یکساں ہوئی۔ پانچویں توجیہ سنو۔ عالم ناسوت خواب کی طرح ہے۔ عالم ملکوت بیداری، عالم جبروت میں دوست کی معیت، عالم لاہوت میں خود دوست ہے اور عالم ہاہوت میں بے دوست ہے۔ یہاں بھی ناسوت اور ہاہوت کی حالت یکساں ہو گئی۔ غرضیکہ عارف ان چاروں مقامات پر چار مختلف صفات سے متصف ہوتا ہے اور صفت موصوف سے جدا نہیں۔

شرح: ان چاروں توجیہات میں حضرت شیخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ابتدائی منزل یعنی عالم ناسوت اور انتہائی منزل یعنی عالم ہاہوت میں سالک پر بے خبری اور لاشعوری کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ابتدائی منزل میں جو بے خبری طاری ہوتی ہے وہ جہل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور آخری منزل پر جو بے خبری طاری ہوتی ہے

وہ معرفت کا نتیجہ ہے۔ اس بے خبری اور لاشعوری کو حیرت یا تحیر کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، جس کی دو قسمیں ہیں۔ حیرت محمود اور حیرت مذموم

حیرت مذموم عرفان سے پہلے کی حالت ہے جو مبتدی پر طاری ہوتی ہے۔ اور حیرت محمود عرفان کے بعد کی حالت ہے۔ جو عارفین پر طاری ہوتی ہے مثلاً تاج محل کو دو شخص دیکھتے ہیں۔ ایک عام گنوار، دوسرا انجینئر۔ اور اس کی خوبی کو دیکھکر دونوں حیرت زدہ ہوتے ہیں۔ لیکن گنوار کی حیرت جہل کی وجہ سے ہوتی ہے اور انجینئر کی حیرت علم کا نتیجہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عارف پر کیوں حیرت طاری ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ اسقدر بسیط، بے کنارہ، بے پایاں اور بے انتہا ہے کہ سالک جسقدر ذات کے مقامات طے کرے کنہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور ذات و صفات کے کمالات دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ العجز عن درک الادراکِ ادراک۔ یعنی ذات باری تعالیٰ کے ادراک سے عجز کا اقرار کرنا ہی انسان کی آخری منزلِ ادراک ہے۔ اقرار عجز اس کی معرفت کی انتہا ہے

رموز نمبر ۱۴: اے عزیز! ہر وجود جو لام سے ظاہر کیا جائے اس کی حقیقت الف ہے۔ اور مراد اس سے محمدؐ ہے۔ یہ ہیں حروف مقطعات کے ارشادات، سمجھا جس نے سمجھا۔

شرح:۔ لام، الفؔ اور میمؔ سے مراد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ہے۔ ہر چیز کا وجود لا، یعنی نیست ہے اور اس میں الفؔ یعنی اللہ جلوہ گر ہے جس کا ظہور حقیقت محمدی کی صورت میں ہوا ہے۔ جو تعینِ اول یا تجلی اول ہے۔ یاد رہے کہ عارفین نے جو کلمہ طیبہ کے باطنی معنے کئے ہیں وہ یوں ہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مبتدا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خبر ہے۔ بس اس سے زیادہ راز کی پردہ دری نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ حضرت شیخ نے بھی نہایت لطیف اشارہ میں گفتگو فرمائی ہے خواص خود بخود سمجھ جائیں گے۔

رموز نمبر ۱۵۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے جدائی رکھتا ہے (یعنی واصل باللہ نہیں)

اس کے علم سے محروم ہے اور جو اس کے علم سے محروم ہے۔ اس [illegible] محروم ہے۔ سالک کو جوان مرد ہونا چاہیئے۔ جو نہ غیر ہو نہ عین۔ تاکہ مجاہدات سے گریز نہ کرے۔ شعر ؎

ہجر تو مرا خوشتر از بودن وصلت
عجزِ تو مرا بہتر از بودن قدرت

(ہجر سے مجھے تیرا وصل زیادہ پسند ہے۔ میرے لئے قادر ہونے سے عاجز ہونا زیادہ بہتر ہے) جس نے عاجزی کی قدر پہچانی، اس نے قدرت سے روگردانی کی۔ کیونکہ عاجزی کا جوہر وہ جوہر ہے جو نامرادی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور قدرت کا نشہ وہ نشہ ہے جو مراد کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

شرح:۔ سالک کو نہ عین اور نہ غیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بمصداق صفاتُ اللّٰہِ هِيَ لا عينه وَلَا غيرهٗ سالک نہ [illegible]ل عین بن کر ہمیشہ کے لئے فنا فی اللہ میں مستغرق ہو جائے۔ اور فرائضِ زندگی ادا [illegible]ر سکے اور نہ ہمیشہ کے لئے ہجر و فراق میں رہ کر قرب و وصال سے محروم ہو جائے۔ بلکہ دونوں حالتوں میں رہے۔ کبھی وصل میں کبھی فراق میں۔ البتہ عارفین بلند مقام کو وصل سے ہجر میں زیادہ لطف آتا ہے۔ ؎

من لذت درد تو بہ درماں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایماں نفروشم

چنانچہ حضرتِ اقدس نے جو شعر نقل کیا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے، کہ اے دوست مجھے تیرے وصال سے فراق زیادہ محبوب ہے اور فقر و درویشی کی بے کسی مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اور فقر و درویشی کی بے کسی مجھے وصال کے غنا اور بادشاہی سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ یہ مقامِ عبدیت ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصا ہے۔ وصل یعنی فنا فی اللہ میں آدمی مغلوب الحال ہوتا ہے اور ہجر یعنی عبدیت میں جس کا دوسرا نام بقا باللہ ہے۔ سالک غالب الحال ہوتا ہے جو مغلوبیت سے بہتر ہے۔ عارفین کو فنا کی محویت اور استغراق سے عبدیت کی ہوشیاری اور انکساری زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لئے نیستی کے برابر کوئی تحفہ نہیں۔

رموز عـ۱۶۔ یہاں خدا تعالیٰ کا غیر نہیں ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے آشنائی یعنی یگانگت

اور وصل کا دم بھروں تو میں خود ختم ہوتا ہوں اور این وآں یعنی یہ وہ سب ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی خدائی میں (یعنی واصل باللہ ہونے) میں آشنائی کا لمحہ دم بھرنے سے شرک بھی اُٹھ جاتا ہے اور میں اُس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک یہ اور وہ نہ مٹ جائے۔ رباعی ؎

به ہر جائیکہ اخلاصیست جاں را
خوش آں وقتے غریباں جہاں را
چوں کشتی الز خودی ہم سر بزد
منتہائے ہم بدیدن عشق جاں را

شرح:۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مقام فنا فی اللہ میں وہ تاثیر ہے کہ دیر تک اس مقام پر رہنے سے آدمی کا تعین ختم ہو جاتا ہے اور قطرہ کی طرح ہمیشہ کے لئے دریا میں غرق ہو کر باقی دنیا کے لئے کسی کام کا نہیں رہتا۔ لیکن مقصود بالذات یہ مقام نہیں ہے بلکہ فنا کے استغراق سے نکل کر نزول کرنا اور اپنے تعین انسانی میں واپس آکر مناصب زندگی انجام دینا اور عبد بننا اسلام کی غرض و غایت ہے۔ یہاں حضرت اقدس نے جو رباعی نقل کی ہے اس میں کوئی طباعت کی غلطی معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ سے صحیح ترجمہ نہیں ہو سکا۔

رموز ۱۷:۔ ہر سالک جو سیر الی اللہ کے ذریعے مقام فنا پر پہنچ کر واصل باللہ ہوتا ہے، اپنا گھر یعنی اپنا تعین اور تشخص گم کر بیٹھتا ہے۔ لیکن وہاں بھی یعنی مقام فنا میں بھی ہمیشہ کے لئے نہیں رہ سکتا۔ ورنہ وہ دنیا میں کسی کام کا نہیں رہتا ہے۔

شرح:۔ مطلب یہ ہے کہ مقام فنا میں ہمیشہ نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ بقا باللہ اور عبدیت کو اپنا نشیمن بنانا چاہیئے۔ ورنہ مقصد حیات فوت ہو جاتا ہے۔

رموز ۱۸ جو شخص شرک رکھتا ہے، یعنی اشیائے کائنات کو خدا تعالیٰ کا غیر جانتا ہے۔ وہ بھی لذت توحید سے محروم ہے۔ اور جو شخص شرک نہیں رکھتا وہ بھی لذت

توحید سے محروم ہے۔

شرح :۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح صفات اللہ ہی !! عینہ و لا غیرہ کے مطابق نہ کائنات کو خدا تعالیٰ کا عین کہا جا سکتا ہے نہ غیر بلکہ عین بھی ہے اور غیر بھی۔ یعنی ایک لحاظ سے عین ہے، ایک لحاظ سے غیر اسی طرح سالک کو چاہیئے کہ نہ ہر وقت عینیت کا دم مارے اور نہ غیریت بلکہ اس کی حالت فنا اور بقا، یا عروج و نزول میں بدلتی رہے۔ کبھی فنا فی اللہ کے مزے اُڑائے اور کبھی ہجر و فراق کی لذت حاصل کرے۔

رموز ع ۱۹ :۔ اے عزیز کوئی شخص اپنے علم کی بدولت خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص علم کے ذریعے رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، کبھی انتہا کو نہیں پہنچتا۔

شرح ۔ عرفا نے کہا ہے کہ العلم حجاب الاکبر (علم سب سے بڑا حجاب ہے) کیونکہ علم حواس خمسہ سے حاصل ہوتا ہے جو محدود ہیں۔ لہٰذا ذات لا محدود کو نہیں پا سکتا۔ ذات لا محدود تک عشق کے ذریعے رسائی ہوتی ہے۔ نہ کہ عقل یا علم کے ذریعے۔

رموز ع ۲۰ :۔ جو محبوب ہے خدا سے دور ہے۔ جو محبوب نہیں ہے فخر معنی (حقیقت) سے دور ہے۔

شرح ۔ یہاں مقام عاشقی اور مقام محبوبی کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ محبوب کو خدا تعالیٰ سے اس لئے دور کہا گیا ہے کہ محبوب کی ط خدا متوجہ ہوتا ہے عاشق کو اس لئے حقیقت سے دور کہا گیا ہے کہ مقام محبوبیت ہی حقیقت ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ کے الہامات میں سے ایک الہام یہ ہے یا غوث الاُعظم خَیرُ الطَّالِبُ اَنَاَ وخَیرُ المطلوب الانسان (اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہترین طالب میں ہوں اور بہترین مطلوب انسان ہے)

رموز ع ۲۱ : ترجمہ و شرح :۔ جو شخص بے خدا ہے (یعنی جس کو معیت حق حاصل نہیں ہے)

غافل ہے۔ نیز جب تک بے خدا نہیں ہوتا عارف نہیں ہوتا۔ یعنی جب تک فنا فی اللہ پر نہیں پہنچتا جہاں اسم اللہ کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا عارف نہیں ہوتا۔ اس قسم کے متضاد اقوال کہہ کر حضرتِ اقدس نے ظاہریت اور باطنیت کے فرق کو ظاہر کرنے کا طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ جو بہت مؤثر ہے۔ اس قسم کے متضاد بیان کچھ دیر تک آگے آتے رہیں گے۔

رموز ۲۲:۔ جس نے نیست پر قدم مارا مشرک ہوا۔ جب تک نیست نہ ہوا عارف نہ ہوا۔

شرح: حقیقت یہ ہے کہ اشیاء عالم کا وجود نیست یعنی موہوم اور اعتباری ہے۔ اور حقیقی وجود ذات باری تعالیٰ کا ہے۔ لیکن جو شخص نیست پر ثابت قدم رہا یعنی جس نے موجوداتِ عالم کے موہوم وجود کو حقیقی وجود تصور کیا، وہ مشرک ہے۔ کیونکہ اللہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کا وجود تسلیم کرنا شرک ہے۔ اس کے ساتھ جب تک سالک اپنے آپ کو نیست نہیں کرتا، یعنی جب تک اپنے آپ کو ذاتِ حق میں گم نہیں کرتا عارف نہیں ہو سکتا۔

رموز ۲۳:۔ جس کے لئے اثبات ثابت ہے وہ کافر ہے جب تک اثبات کو نہیں پہنچتا ایمان کی لذت سے محروم رہتا ہے۔

شرح:۔ کلمہ طیبہ میں دو کلمات ہیں۔ ایک لا الٰہ جسے نفی کہتے ہیں، دوسرا الا اللہ جسے اثبات کہتے ہیں۔ پہلے غیر کی نفی کرنی پڑتی ہے۔ پھر اللہ کا اثبات کرنا ہوتا ہے۔ قول بالا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی موہوم ہستی کے اثبات پر قائم رہا کافر ہے۔ یعنی یہ حقیقت سے روگردانی ہے۔ اور جس نے ہر چیز کی نفی کر کے اللہ کے وجود کا اثبات کیا وہ حقیقتِ ایمان کو پہنچا۔

رموز ۲۴:۔ جو شخص خود کو جانتا ہے کافر ہے۔ جب تک خود کو خدا نہیں جانتا کفر سے باہر نہیں نکلتا۔

شرح: پہلی حالت کافر کی ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ دوسری حالت اس سالک
کی ہے جو اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے۔ خود نہیں رہتا بلکہ خدا رہ جاتا ہے۔ جیسے
نعرۂ انا الحق۔ یہ نعرہ منصور کا نعرہ نہیں تھا بلکہ خدا خود کہہ رہا تھا کہ "انا الحق"
میں خدا ہوں۔

رموز ۲۵۔ جو شخص گمراہ ہے وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور جب تک
گمراہ نہیں ہوتا منزل مقصود تک نہیں پہنچتا۔

شرح: پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صحیح راستے پر نہیں چلتا
بھٹکتا پھرتا ہے۔ دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اپنے آپ کو گ
نہیں کرتا۔ منزل مقصود تک نہیں پہنچتا۔

رموز ۲۶۔ جس نے آشنائی کا دم مارا۔ وہ اغیار میں سے ہے۔ جب
اغیار نہیں بنتا یار نہیں بنتا۔

شرح: جس نے خدا کی دوستی کا دعویٰ کیا وہ غیر ہے۔ کیونکہ دوست او
دوستی کا دعویٰ کرنے والے تو الگ وجود ہیں۔ اور ایک دوسرے کے غیر ہیں
لیکن دوستی قائم کرنے کے لئے پہلے غیر بننا پڑتا اور عاشق و معشوق کا سلسل
کرنا پڑتا ہے۔

رموز ۲۷۔ جو شخص حضوری رکھتا ہے مطلقاً دور ہے، جب تک دور نہیں ہوتا
حضور نہیں ہوتا۔

شرح: حضوری میں ہونا بھی دوئی ہے۔ اگرچہ قرب میں ہے پھر بھی دوئی
ہے۔ جب تک اپنے آپ کو دور نہیں کرتا حضور نہیں بنتا۔ یعنی مقام فنا
حاصل نہیں ہوتا۔

رموز ۲۸۔ جو خلق کو بے خالق دیکھتا ہے ناقص ہے۔ اگر با خلق دیکھتا
مشرک۔ جبتک عین نہیں دیکھتا محقق نہیں بنتا۔

شرح: جو خلق کو دیکھتا ہے لیکن اس کے اندر خالق کو جلوہ گر نہیں دیکھ
ناقص ہے۔ اور جب تک خلق اور خالق دونوں کو دیکھتا ہے مشرک ہے
ایک سے زائد وجود کا قائل ہوگیا۔ لیکن محقق وہ ہے جو خلق کو عین خالق د

اور دوئی مٹ جائے۔

رموز ۲۹۔ جو شخص خدا کو اپنے اندر جانتا ہے مشرک ہے۔ اگر اپنے سے باہر جانتا ہے تو مردود ہے۔

شرح:۔ خدا کو اپنے اندر جاننے سے حلول لازم آتا ہے یعنی خدا انسان کے اندر اتر آیا ہے۔ یہ عقیدہ اہلِ ہنود اور نصاریٰ کا ہے۔ جو کرشن۔ رام اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا اوتار مانتے ہیں۔ دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو اپنے سے علیحدہ جاننا بھی گمراہی ہے حقیقت یہ ہے کہ خود نہیں ہے خدا ہے۔

رموز ۳۰۔ جو شخص خدا کے ساتھ مشغول ہے، نفسانیت کی وجہ سے ہے جب تک نفانیت پر عمل نہیں کرتا اُسے بے ہودہ کہتے ہیں۔

شرح:۔ قولِ اول۔ خدا کے ساتھ مشغول ہونے میں دو وجود لازم آتے ہیں، ایک خدا۔ دوسرا انسان۔ قول دوم یہاں نفسنیت سے مراد اپنا فائدہ مدِنظر رکھتا ہے۔ یعنی جب تک نجات اور ہدایت مدِنظر نہ ہو، آدمی بے ہودہ کہلاتا ہے۔

رموز ۳۱۔ جو شخص اپنی مراد کا طالب ہے نامراد ہے۔ جب تک نامراد نہ ہو مراد کو نہیں پہنچتا۔

شرح:۔ قولِ اول: جو شخص اپنے فائدے کے لئے طالب خدا ہے اس کو مراد نہیں ملتی۔ یعنی اس کو خدا نہیں ملتا۔ کیونکہ یہ بھی نفس پرستی ہے: قول دوم: جو شخص بے مراد اور بے لاث ہو کر خالصۃً اللہ کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہے، منزلِ مقصود یعنی خدا تک پہنچ جاتا ہے۔

رموز ۳۲۔ ایک شخص ہے جو ساری عمر خود شناسی میں صرف کرتا ہے۔ جب اُس نے خود کو پہچان لیا۔ اُس نے کچھ نہ پایا۔

شرح:۔ خود شناسی کے بعد معلوم ہوا کہ خود نہیں ہے بلکہ خدا ہے۔ چونکہ وہ نیست ہو گیا اس لئے کچھ نہ پایا۔

رموز ۳۳۔ طالب کئی سال حق تعالیٰ کی طلب میں رہا۔ جب اُس نے حق کو پہچان لیا تو اُس کا نام لینے کی طاقت نہ رہی۔

شرح: نام کس طرح لے سکتا ہے کہ مرتبہ ذات ھوّیت میں نہ اس کا نام ہے نہ نشان۔ جامیؒ نے خوب کہا ہے۔ ؎

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست
بے نشان است کزو نام و نشان چیزے نیست

رموز ۳۴۔ ہم نے اپنے آپ کو ترک کیا کفر کا کام کیا۔ جب اپنی خودی میں آئے تو شرک کے مرتکب ہوئے۔ جب دونوں سے نکلے تو آرام پایا۔

شرح:۔ یہاں کفر سے مراد کفر حقیقی ہے جو مذموم نہیں محمود ہے اس کفر کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم اپنے آپ کو مٹا کر مقام فنا فی اللہ پہنچے تو عابد و معبود اور ساجد و مسجود کی قید سے آزاد ہو گئے۔ اور یہ شریعت میں کفر ہے۔ لیکن جب ہم عروج سے نزول کی طرف آئے۔ اور مقام دُوئی اور کثرت میں واپس آئے تو طریقت کا شرک لازم آگیا۔ کیونکہ طریقت میں دوئی اور کثرت یعنی ایک سے زائد وجود تسلیم کرنا شرک ہے۔

رموز ۳۵۔ ہم نے جو کچھ دیکھا نابینا تھے۔ جب ہم بینا ہوئے تو کچھ نظر نہ آیا۔

شرح:۔ یعنی جب تک ظاہری آنکھوں سے دیکھتے رہے تو ذات حق کو نہ دیکھا جو موجود حقیقی ہے۔ جب ہمیں باطنی نظر نصیب ہوئی تو کچھ نہ دیکھا یعنی تمام موجودات نظر سے ہٹ گئے۔ اور نہ ذات حق نظر آئی۔ کیونکہ وہ بھی جسم اسم، شکل۔ صورت اور سمت اور چوں و چگوں سے منزہ اور پاک ہے۔

رموز ۳۶۔ ترجمہ و شرح: اے جان من! میرا جو کچھ خیال تھا احوال نکلا۔ (احوال کے معنی ہیں بھینگا پن۔ جس میں ایک چیز کے دو نظر آتے ہیں) جب تیرا وہم جاتا رہا میرا بھینگا پن درست ہو گیا اور مجھے وہی کچھ نظر آنے لگا، جو تھا۔

رموز ۳۷۔ جو شخص خدا کے ساتھ ہستی رکھتا ہے اگر گمنام ہے ہستی رکھتا ہے۔ جب تک سالک ہست نہیں ہوتا۔ ہستی سے ہست نہیں بنتا۔

شرح:۔ یعنی جو شخص اپنی موہوم اور عارضی ہستی کو مٹا کر مقام فنا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور خدا کے ساتھ ہست ہو جاتا ہے۔ وہ اگرچہ مٹ گیا ہے لیکن پھر بھی موجود ہے۔ (یعنی ذات حق کے ساتھ) جب تک خدا کے ساتھ ہست نہ ہو اُس

کی ہستی کالعدم ہے۔

رموز ۳۸۔ جانِ من! جو شخص خواب میں بیدار رہے، بے یار رہے۔ جو یار رکھتا ہے اغیار ہے۔

شرح:۔ عام لوگوں کی زندگی خواب کی طرح ہے۔ جس میں آدمی خواہ کتنے دوست رکھتا ہو، بے دوست ہے۔ اور خواب میں نظر آنے والے سب دوست اس کے اغیار ہیں۔ حقیقی زندگی وہ ہے کہ دوست کو پالے۔

رموز ۳۹۔ ترجمہ شرح عبارت سالک اپنی خلوت گاہ میں مقام انا الحق تک نہیں پہنچا۔ اس کا اعتکاف یعنی گوشہ نشینی بے کار ہے۔ جب تک کہ وہ ماذاغ البصر وما طغیٰ کے مقام پر نہ پہنچ جائے۔ یعنی اس کی بصیرت اسقدر تیز ہو کہ دوست کو دیکھ سکے۔

رموز ۴۰۔ اے عزیز! سنو۔ شرک کی تین قسمیں ہیں۔ شرکِ جلی، شرکِ خفی، شرکِ اخفیٰ۔ لا الٰہ شرک جلی ہے۔ اِلّا اللہ شرکِ خفی ہے۔ اور محمد رسول اللہ شرکِ اخفیٰ ہے۔

شرح:۔ شرکِ جلی سے مراد ظاہری شرک ہے۔ شرک خفی سے مراد لطیف اور پوشیدہ شرک ہے۔ شرکِ اخفیٰ سے مراد وہ شرک ہے جو بالکل مخفی ہوتا ہے اور محسوس نہ ہو۔ لا الٰہ اس لئے شرکِ جلی یا کھلا شرک ہے کہ غیر خدا کو معبود ماننا ہر شخص جانتا کہ شرک ہے۔ اِلّا اللہ یعنی غیر کی نفی اور اللہ کا اثبات۔ اس لئے غیر محسوس شرک ہے۔ کہ اللہ جو درحقیقت بے نام و نشان اس کو اللہ کے نام سے یاد کرنا بھی ایک قسم کا لطیف شرک ہے۔ محمد رسول اللہ اس لئے سب سے زیادہ مخفی اور غیر محسوس شرک ہے کہ وحی الٰہی اور قرآن عظیم کی سند لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ ان تمام سندات اور پیغمبری منصب کے پردوں کو ہٹا کر حقیقت محمدی کی برقع کشائی بے حد مشکل ہے۔ اس لئے اسے اخفیٰ یعنی پوشیدہ ترین شرک کا نام دیا ہے۔ حضرت شیخ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شرک جلی، ناسوتی ہے، خفی شرک ملکوتی اور اخفیٰ شرکِ جبروتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عالم ناسوت (ظاہری دنیا) کثیف ہے۔ پہلی قسم کے شرک کا معلوم کرنا زیادہ مشکل ہے اور عالم جبروت اس سے بھی زیادہ لطیف ہے۔

لہٰذا اس کا معلوم کرنا بے حد مشکل ہے۔ اس کی دوسری تشریح یہ ہے کہ شرکِ جلی یعنی ناسوتی اہلِ ناسوت پر لاگو ہوتا ہے شرکِ خفی ان پر لاگو ہوتا ہے جو عالمِ ملکوت میں سفر کر رہے ہیں۔ اور اخفیٰ اُن پر لازم آتا ہے جو مرتبہ جبروت میں ہوتے ہیں۔ لیکن جو حقیقی معنوں میں مومن یعنی کاملین ہیں۔ وہ لاہوت میں پہنچ کر ان تمام قسم کے شرکوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

رموز ۴۱ در بیانِ بندگی

ترجمہ و شرح: بندگی یہ ہے کہ اپنے تمام علائق سے آزاد ہو جائے۔ اور بندہ بننے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ سے آزاد ہو جائے۔ سالک کو نہ کسی کی قید میں ہونا چاہیئے، نہ اس کی قید میں کوئی چیز ہو۔ اسے مستغنی عن الناس ہونا چاہیئے۔ اور کسی سے کوئی چیز طلب نہیں کرنی چاہیئے۔ عیش و عشرت ترک کر دے۔ اور خواہشاتِ نفسانی پر قابو پالے۔ بندہ کو اپنی زندگی سے کام ہو! اہیئے۔ اور کسی سے کوئی چیز طلب نہیں کرنی چاہیئے۔ اور کسی چیز سے سروکار نہیں رکھنا چاہیئے۔ جو تکلیف یا مصیبت پیش آئے۔ اسے گل و گلزار سمجھنا چاہیئے۔ اور ہر حال میں راضی برضا ہونا چاہیئے، درد و داغ، سوز و ساز اور آرام و مصیبت سے بالاتر ہونا چاہیئے تب جا کر اس کی بندگی راست آتی ہے۔ اور اس وقت آیہ یا ایھا الذین آمنوا . . . صادق آتی ہے یعنی ہر چیز کو خواہ وہ تکلیف و مصیبت ہو نعمتِ الٰہی سمجھتا ہے

رموز ۴۲ عشق کے بیان میں

ترجمہ و شرح: عشق یہ ہے کہ عاشق و معشوق کی حقیقت ایک ہے اور ظاہری وجود درمیان میں پردہ ہے۔ یعنی:

"عشق، عاشق و معشوق ایک چیز ہے
وہی معرفت، وہی عارف اور وہی معروف ہے"

المؤمن مراۃ المومن (مومن آئینہ ہے مومن کا) سے یہی مراد ہے۔ کہ خود کو خود میں دیکھتا ہے۔ جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر ھُوَ اللّٰہ الغنی . . . . . کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ یعنی وجود حقیقی وہی ہے اور تم سب فقیر یعنی اُسی وجود حقیقی کے عکوس ہو (عکوس جمع عکس)

رموز ۴۳۔ موحد کے بیان میں۔ ترجمہ و شرح:۔ موحد وہ ہے جو بے نام و نشان ہو یعنی اپنی ہستی کو ہستیٔ باری تعالیٰ میں گم کر کے ایک ہو جائے۔ اگرچہ بے نشان ہے پھر بھی اس کا نام موحد پڑ جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے۔ یہ اشارہ ہے اس حدیث پاک کی طرف جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کَانَ اللّٰہ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئًا۔ یعنی ایک وقت وہ تھا کہ اللہ کی ذات تھی باقی کچھ نہ تھا۔ جب حضرت جنید بغدادیؒ نے یہ حدیث دیکھی تو فرمایا۔ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ اب بھی اسی طرح ہے جیسے تھا یعنی اب بھی ذاتِ حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی وجود طفیلی ہے۔ نہ کہ حقیقی۔ شعر ؎ عارف مقام فنا میں نہ خدا کو دیکھتا ہے نہ خدا کا نام لیتا ہے۔ کیونکہ ذاتِ محض اسم، اشارہ، سمت وغیرہ تمام قیود سے بالاتر ہے۔ وہاں خدا کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا۔ وہاں نہ وصل ہے نہ ہجر۔ کیونکہ وصل و ہجر کے لئے بھی دو ہستیوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہاں دو کا نام تک نہیں۔ اس لئے حضرت نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰہ ..... جس نے اللہ کا عرفان حاصل کر لیا وہ اللہ کا نام بھی نہیں لے سکتا۔ کیونکہ اس مقام پر اس کا کوئی نام نہیں۔ محض ذات منزّہ از صفات ہے۔ نور ہی نور ہے اور وہ بھی نورِ بے رنگ یعنی نورِ سیاہ۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر لِمَنِ الْمُلْک ... کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی ذاتِ احدیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ باقی موجوات کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ جس طرح آفتاب کے سامنے ستارے گم ہو جاتے ہیں۔

رموز ۴۴۔ نفس کے بیان میں۔ ترجمہ و شرح:۔ نفس کے معنی ہیں۔ ایک معنی کے لحاظ سے نفس کو خواہشاتِ نفسانی اور اوصافِ ذمیمہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً شرک، بغض، حسد، حرص، تکبّر، خودنمائی وغیرہ۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ ...

فارسی شعر یہ ہے:۔

نہ بیند خدا نہ گوید خدا
نباشد وصالش نباشد خدا

لسوف للمجاهدات والمخالفات۔ اپنے نفس کو قتل کرو مجاہدہ بالنفس اور مخالفت بالنفس کی خاطر اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ فَاَنَا دِ جس نے اپنے نفس کو قتل کیا اس کا خون بہا میں ہوں۔ (یعنی اس کا انعام یہ کہ وہ نہیں رہتا۔ خدا رہ جاتا ہے) جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو وَاَمَّا خاف رَبِّہٖ ونهی النفس عن الهوی فان الجنۃ هی الماویٰ۔ کی حقیقت ا پر آشکارا ہو جاتی ہے (یعنی جس نے تزکیہ نفس کے ذریعے اپنی نفسانیت کا قلع قمع کر لیا۔ جنت اس کا مسکن ہے) (جنت سے مراد مرتبہ وصل یا مقام ہے) نفس کے دوسرے معنی ہیں نفیس کے۔ یعنی نفیس کی پیداوار ہے۔ نفیس بمعنی لطیف یعنی ذات حق۔ اور جو چیز نفیس سے پیدا ہو نفیس ہوتی ہے۔ جس طرح گندم سے گندم پیدا ہوتی ہے۔ اور نیشکر سے نیشکر اور آدمی سے آدمی اس لئے انسان چونکہ ذات حق کی جلوہ گری ہے۔ اس لئے وہ بھی وہی چیز ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مَن قتل نفسہ فھو کافر (جس نے اپنے نفس کو قتل کیا وہ کافر ہے)

شرح:۔ اس کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک باطنی۔ ظاہری معنی یہ ہیں کہ کسی نف کو قتل کرنے والا کافر اور گنہگار ہے۔ باطنی کے معنی یہ ہیں کہ جب آدمی اپ نفس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ تو عابد و معبود، ساجد و مسجود کا فرق مٹ جاتا ہے۔ اس لئے ایک لحاظ سے اُسے کافر کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ کفر حقی ہے۔ محمود ہے۔ مذموم نہیں۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے۔ تو اس پر ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ اِلَّا بالحق کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔

شرح: اس آیت کے بھی دو معنی ہیں۔ ایک ظاہری ایک باطنی۔ ظاہری معنی ہیں کہ اس شخص کو قتل نہ کرو جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اِلَّا بالحق ہاں حق کی خاطر یعنی جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ میں قتل کرنا جائز، بلکہ مستحسن ہے کیونکہ اس کا قرآن مجید میں حکم آیا ہے۔ باطنی معنی یہ ہیں کہ اگرچہ نفس کشی سے تجھے مرتبہ فنا فی اللہ حاصل ہو جائے۔ لیکن اپنی خودی سے آزا ہو کر ہمیشہ کے لئے اس مقام پر نہ رہ جاؤ۔ جیسا کہ عیسائی راہبوں اور ہندو ا

بدھ جوگیوں کا طریقہ ہے۔ بلکہ مقامِ فنا سے نزول کر کے بقا باللہ اور عبدیت پر واپس آنا چاہیئے، اور فرائض زندگی مثلاً ہدایت خلق، جہاد وغیرہ انجام دینے چاہیئں۔ کیونکہ اسلام میں بلند ترین مقام فنا فی اللہ نہیں جہاں استغراق اور بیخودی اور مغلوب الحالی کا دَور دَورہ ہے۔ بلکہ عالم دوئی وکثرت میں واپس آکر فرائض زندگی ادا کرنا مقصدِ حیات ہے۔ مطلب یہ کہ ہمیشہ کے لئے اپنے نفس کو ختم نہ کر دو۔

رموز ۴۵ قلب کے بیان میں۔ جاننا چاہیئے کہ قلب کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ قلب کے لفظی معنی ہیں الٹ یا الٹا ہونا۔ اسی وجہ سے قلب جب تک قالب یعنی جسم کے اندر ہے امیر ہے، کبھی غریب، کبھی قادر ہے کبھی عاجز، کبھی ذاکر ہے، کبھی غافل، کبھی شاکر ہے کبھی کافر، کبھی خیر ہے کبھی شر۔ کبھی جاہل ہے کبھی عالم، کبھی باادب ہے کبھی بے ادب۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یالیت رب محمد لم یخلق محمد۔ کاش محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا۔ جب اس حقیقت کو پا لیا تو والقدر خیرہ وشرہ۔۔۔ کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ سب چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

قلب کے دوسرے معنی ہیں قلب احدیت۔ یعنی مرتبہ لاتعین۔ جہاں نہ نام ہے نہ نشان، نہ اشارہ ہے نہ سمت۔ غرضیکہ تمام دروازے بند ہیں۔ اور لاشعوری کا عالم ہے۔ اسی وجہ سے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی خواہش کی تو جواب ملا کہ دیدار نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے کہ رویت ذات محال ہے۔ وہاں نہ کوئی جوئندہ ہے نہ بینندہ۔ سب وہاں پہنچ کر گم اور لاشئے ہو جاتے ہیں۔ القادر ھو اللہ کے یہی معنی ہیں۔ یعنی اس کا غلبہ اسقدر ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے محو ہے۔ اس لئے حکم آیا ہے کہ لا تفکروا فی ذاتہ یعنی ذات میں غور و فکر نہ کرو۔ کیونکہ ذات غور و فکر سے بالاتر ہے۔ البتہ صفات میں غور کرنے کا حکم ہے۔ یہ چیز اس مرتبہ احدیت اور لاتعین میں معلوم ہوتی ہے۔ جہاں سب اضافتیں گم ہیں۔

رموز ۴۶ روح کے بیان میں۔ جاننا چاہیئے کہ روح بھی بے چون وچگون ہے اور یہ صفات ذاتی ہیں۔ یہ بات دلائل عقلی (فلسفہ و معقولات) اور علوم نقلی (قرآن وحدیث) سے ثابت ہے۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ تم روح میں جسقدر فکر کرو اس کی ماہیت معلوم نہیں ہوتی۔ نقلی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں بھی روح کو بے چون وچگون کہا گیا ہے۔ چنانچہ یہ صفات اس کے ذاتی ہیں۔ اور صفات عین ذات ہیں یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کو الہام فرمایا کہ جعلت الانسان مطیتی (میں نے انسان کو اپنی سوار بنایا ہے) اور یہ بات عوام الناس میں سے جو عقل رکھتا ہے۔ سمجھ سکتا ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قل الروح من امر ربی۔ (اے پیغمبر کہہ دو کہ روح عالم امر کی چیز ہے) دوسری بات سنو۔ روح، قلب اور نفس تینوں اسم ذات ہیں۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار کے اس شعر کا مطلب یہی ہے۔ ؎

نفس و روح عقل و دل جملہ یکے است
من ندانم تا کرا ایں جا شکیست

(لطائف نفس، روح وعقل اور دل تمام ایک چیز ہے۔ اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے) اور نظام الدینؒ کی اس رباعی کا بھی یہی مطلب ہے۔

اے عالم نادانی چندیں بچہ مے خوانی
علمے کہ مفید است آں ہم تو نمیدانی
سر موئے مصرت برفی در علم نحو و صرفی
یک حرف نخواندی تو از آں علم ربانی

(اے نادان عالم اسقدر علم تو کس لئے پڑھ رہا ہے۔ جو علم مفید ہے اس کا تجھے علم نہیں ہے۔ علم صرف ونحو پڑھ پڑھ کر تیرا سر سفید ہو گیا۔ لیکن علم ربانی کا ایک حرف نہیں پڑھا۔)

شرح:۔ حضرت شیخ کا مطلب یہ ہے کہ ذات حق کی طرح روح انسانی بھی بے چون وچگون ہے۔ یعنی لا محدود اور عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ اور یہ بات عقلی ونقلی دلائل

سے ثابت ہے۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ روح کا سمجھنا عقل سے بالاتر ہے۔ اور نقلی یعنی شرعی دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم میں روح مِن امرِ ربی کہا گیا ہے۔ عام لوگ امرِ ربی سے حق تعالیٰ کا حکم مراد لیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کے حکم سے تو تمام کائنات وجود میں آئی ہے روح کی کیا تخصیص ہے۔ امرِ ربی سے مراد عالم قدس یعنی ذات وصفات باری تعالیٰ کا جہان ہے۔ عالم دو اقسام پر ہے عالم خلق یعنی یہ کائنات اور عالم امر یعنی ذات وصفاتِ حق تعالیٰ کا عالم۔ آگے حضرت شیخ حضرت فرید الدین عطار کے شعر کا حوالہ دیتے ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ انسان کے اندر یہ جو لطائف ستہ یعنی لطیفہ نفس[۱] جس کا مقام ناف ہے۔ لطیفہ قلب[۲] جس کا مقام بایاں پہلو ہے۔ لطیفۂ روح جس کا مقام دایاں پہلو ہے۔ لطیفۂ سِر جس کا مقام قلب اور روح کے وسط میں ہے۔ لطیفہ خفی جس کا مقام وسط پیشانی میں ہے۔ اور لطیفہ اخفیٰ جس کا مقام ام الدماغ یعنی سر کی چوٹی میں ہے یا ہے۔ یہ بھی ذات باری تعالیٰ کے مختلف نام ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی انفاس العارفین میں فرمایا ہے کہ تمام لطائف ستہ روح کے نام ہیں۔ بلحاظ اس کی مختلف صفات کے۔ نیز قرآن حکیم میں آیا ہے کہ فَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنَ الرُّوْحِ (ہم نے انسان میں اپنی رُوح پھونکی) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ روح انسانی عالم قدس یعنی ذات وصفاتِ حق سے ہے۔

:::: اس کے بعد حضرت شیخ محکم الدین سیرانی قدس لکھتے ہیں کہ اَلْعَارِفُ هُوَ الَّذِی لا یعرف اللہ (عارف وہ ہے جو اللہ کو نہیں پہچانتا) جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم اپنی صورت پر پیدا کیا) کی حقیقت اس پر واضح ہو جاتی ہے۔

شرح:۔ عارف وہ ہے جو اللہ کو نہیں پہچانتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ذات باری تعالیٰ کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ ہر عارف کا آخری مقام ذاتِ حق میں تحیر ہے تحیر یعنی حیرت کی دو قسمیں ہیں۔ حیرتِ مذمومہ اور حیرتِ محمودہ۔ حیرتِ مذمومہ جہل کا نتیجہ ہے۔ اور حیرتِ محمودہ معرفت کا نتیجہ ہے۔ تاج محل کو دیکھ کر ایک گنوار اور انجینیر دونوں حیرت زدہ ہوتے ہیں۔ گنوار کی حیرت کو حیرت مذمومہ اور انجینیر کی حیرت کو حیرتِ محمودہ کہا جاتا ہے۔ امام غزالی کیمیائے سعادت کے شروع میں لکھتے ہیں۔

کہ انبیاء اور اولیاء کا آخری مقام ذاتِ حق میں حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ حضرت پیرانی بادشاہ فرماتے ہیں کہ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر حدیث ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کو اس بات کی معرفت ہو جاتی ہے کہ روح انسانی عالم قدس کی چیز ہے۔ اور ذاتِ حق کی طرح بے چون و چگون ہے۔

رموز ۱۸۴ دربیان بہشت:- جاننا چاہیئے کہ بہشت سے مراد یگانگی ہے، اس وجہ سے کہ بیگانگی سے باہر ہے۔ بہشت میں ہر یگانگی ہی کی بات ہے یعنی ایک دیکھنا، ایک جاننا، ایک سننا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ جنیدؒ بغدادی نے فرمایا ہے لَیْسَ فِی جَنَّتِی سِوَی اللّٰہ (جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ اَلْجَنَّۃُ حُوراً وَلا قُصوراً وَلا لبنٌ وَلا عسلٌ تجلی ربی ضاحکاً۔ (جنت میں نہ حور ہے نہ قصور نہ دودھ اور نہ شہد بلکہ ذات باری تعالیٰ کی تجلیات کے انوار ہی انوار ہیں) جو شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے (یعنی: دنیوی زندگی میں)، اس کے لئے دائمی بہشت ہے۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں جب اس دنیا میں وہ بہشت میں ہے تو آخرت میں کہاں ہوگا۔ جب سالک کی سیر اس مقام تک پہنچ جاتی ہے۔ تو وہ ہمیشہ ان لذات سے بہرہ ور رہتا ہے اور مسرور ہوتا ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہَارُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْکَبِیْرُ۔ (وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ان کے لئے بہشت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور یہ بہت بڑا انعام ہے۔

تشریح:- اس ملفوظ کا یہ مطلب ہے کہ جب سالک اس دنیا میں ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے اپنے فنائے نفس کے بعد ذاتِ حق میں فانی ہو جاتا ہے تو وہ بہشت میں پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ بہشت سے مراد بھی یہی ہے۔ کہ اس میں ذاتِ حق کے سوا کچھ نہیں۔ حور و قصور، باغ اور دودھ اور شہد و شراب کی نہروں سے مراد ذاتِ حق کی مختلف تجلیات و انوار ہیں۔

تفسیر عرائس البیان[1] میں بھی اس آیت کے یہی معنی لئے گئے ہیں۔ لیکن وہاں انہار کی جو تشریح کی گئی ہے بہت طویل ہے جو ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

رموز ۴۸ دربیان دوزخ :- دوزخ مقام بیگانگی ہے۔ اس وجہ سے کہ حق تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اِنِّی بَرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ (میں بیزار ہوں اس سے کہ شرک کرتے ہیں) جو شخص تکبر کرتا ہے وہ دائمی دوزخ میں ہے۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ جو شخص اس دنیا میں دائمی دوزخ میں ہے۔ وہ آخرت میں کہاں ہوگا۔ وہ ہمیشہ بیگانگی کی سیاہ آگ میں (فراق) میں جلتا رہے گا۔ کیونکہ آگ کے مسکن میں بیگانگی (فراق) سے نکل کر ہرگز وہ یگانگی یعنی وصل میں نہیں آسکتا۔ آتشِ دوزخ کو سیاہ کہا گیا ہے۔ بنابریں اس وجہ سے کہ اس میں ہجر و فراق ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بہشت سے مراد یگانگی یعنی وصل ہے۔ اور دوزخ سے مراد بیگانگی یعنی ہجر و فراق ہے۔ حق تعالٰی فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْلِیٰٓؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ ... فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کے دوست ہیں جو انکو نور سے اندھیرے میں لے جاتا ہے۔ وہ اصحاب دوزخ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ پس تم وصل کو بہشت سمجھو اور فراق کو دوزخ سے

چوں نشوی واقف زیں ہر دو　　ہر دو را از خود بداں

(ان دونوں کی حقیقت کو تم کیوں معلوم نہیں کرتے۔ یہ دونوں تیرے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ یعنی بہشت اور دوزخ دونوں تیرے اعمال کی وجہ سے تجھے نصیب ہوتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کردۂ خویش برخویش است؛ (یعنی تیرے ہاتھوں کا کیا ہوا تجھے ملتا ہے) جب یہ معلوم ہو گیا تو اس آیت کے معنی تجھے خود بخود معلوم ہو جائیں گے۔ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ (اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو)

رموز ۴۹ دربیان قیامت :- قیامت کے اصطلاحی معنی ہیں کھڑا ہونا۔ اور

---

[1] تفسیر عرائس البیان حضرت شیخ روزبہان بقلی شیرازیؒ کی تالیف ہے۔ جس میں ہر آیت کے باطنی معانی بیان کئے گئے ہیں۔ اس تفسیر کا ہمارے ہاں ترجمہ اردو ہو رہا ہے اور عنقریب پہلا پارہ شائع ہو جائے گا۔

کہ لَوْ کَانَ رَبُّکَ لِلْمُذَکِّرِ مَذْکُوْرٌ فَھُوَ مَذْکُوْرٌ (جب کوئی اللہ کو یاد کرتا ہ
تو خود مذکور ہو جاتا ہے یعنی اللہ اس کا ذکر کرتا ہے) پس مذکور ہوا کہ یاد کرنے ک
مطلب یاد میں آنا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد میں آنا) جس طرح کوئی کہے کہ دستا
در گردن (پگڑی باندھنا) کی بجائے دستار در گردن (پگڑی گردن میں ڈال کر
بن جانا۔ اور بیگانگی (فراق) سے بچ جانا۔ جب یہ حقیقت معلوم ہو گئی تو پھ
وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (اللہ کو یاد کرو جب بھول ہو جائے) اس پر منکش
ہو جاتا ہے (یعنی جب تو محجوب ہو جائے اللہ کے ذکر سے حجاب دور ہ
جائے گا)۔

رموز ۵۴ در بیان فکر۔ یاد رہے کہ فکر کا مطلب ہے یافتن۔ یا دریافتن
ہے۔ (جس کا مطلب ہے حاصل کرنا) یا دُر یافتن (یعنی دریا سے گوہر نکالنا)
یہاں گوہر سے مراد گوہر وجود ہے جب سالک دریائے موجودات میں غوطہ
لگاتا ہے تو خود کو پاتا ہے۔

رباعی

عجب دریا کہ دُر در است پنہاں
عجب دُرے کہ بے دریا نباشد
گر تو مے شوی واقف ز دریا
کہ دریا در محبت دُر بدریا

(یہ عجیب دریا ہے جو دُر یعنی موتی کے اندر چھپا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔
دریا سے مراد کائنات ہے۔ اور دُر سے مراد جو خلاصہ
کائنات یا کائنات صغیر کہلاتا ہے۔ چونکہ انسان کامل ذات حق میں فانی ہوتا ہے
اور چونکہ ذات کائنات پر محیط ہے۔ اس لئے انسان کامل یعنی دُر کے اندر دریا
سمویا ہوا ہے۔ دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو دریا کی حقیقت سے واقف
ہو جائے یعنی حقیقت اشیائے عالم تجھ پر منکشف ہو جائے تو معلوم ہو جائے گا
کہ دُر دریا کے اندر ہے۔ اور دریا دُر کے اندر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث
میں آیا ہے کہ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ (انسان میرا راز ہے۔ اور میں اس
کا راز ہوں) جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو (تخذوا الٰھین (دو معبود

لازم پکڑ لو) کی حقیقت اس پر آشکارا ہو جاتی ہے۔ نفسی) زنشیہ کا مسل با الزینہ لعدہ

رموز ۵۵ دربیانِ تلاوت قرآن:- یاد رہے کہ اللہ کے کلام کی تلاوت سنت ہے۔ اور اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔ اب حاصل کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اس کا مطلب ہے مَظْہر میں غور کرنا۔ چونکہ قرآن حق تعالیٰ کی صفتِ کلام کا مظہر ہے مظہر پر غور کرنے سے آدمی مُظہر یعنی ظاہر کرنے والے تک پہنچ سکتا ہے) عبارت سے گذر کر اشارت تک پہنچنا چاہیئے۔ فقط قرآن کا پڑھنا عبارت ہے۔ اور جو عبارت اشارت سے خالی ہے بیکار ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلحَافِظُ کَالاَعْمٰی (حافظ قرآن نابینا کی طرح ہے) (یعنی معنی سے غافل ہے) اور جس جگہ اشارت (یعنی باطنی معانی معلوم ہوں) وہاں بشارت ہے اور جہاں بشارت ہے۔ وہاں حضوری ہے۔ یعنی سامنے دیکھ رہا ہے۔ اس وجہ سے قاسم انوار میں آیا ہے۔ کہ بیت:۔

ہر جا از ہمہ کس رُوئے تو در جلوہ گری است
مصحفِ روئے تو از ہمہ کس بہ روئے می خوانم

(ہر جگہ اور ہر چیز میں تیری جلوہ گری ہے اور تیرے حسن وجمال کا ہر چیز میں مشاہدہ کر رہا ہوں) یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کی تلاوت افضل ترین عبادت ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

رموز ۵۶:- اے عزیز کلام اللہ کی بنا تیس حرفوں پر ہے۔ جس کی ابتدا الف ہے اور انتہا یا ری، یعنی "اَیٌّ" جس کا مطلب "کیا چیز"۔ یعنی تو کیا چیز ہے۔ کہاں سے آیا ہے کون ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اندر دیکھ کر معلوم کر۔ ایک اور دس بھی تو ہے، بلکہ اس سے گذر جا۔ اور سب سے گذر جا، تاکہ تجھے ھُو نظر آئے۔

رموز ۵۷ دربیانِ علم:- علم کے معنی ہیں جاننا۔ یعنی خود کو مطلق جاننا۔ چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے

آں شاہِ لاہوتی در کسوتِ انسان است
انسان بہ مشخص ہست انسان نظرے کن

(وہ ذاتِ مطلق انسان کے بھیس میں ہے۔ انسان وہی ہے وہی ہے غور سے دیکھ) اسی وجہ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ نَوْمُ الْعَالِمِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الْجَاهِلِ۔ (عالم کی نیند یعنی عارف کی نیند جاہل کی عبادت سے افضل ہے) جو شخص یہ علم حاصل کر لیتا ہے اُسے اَعْلَمُ الْعُلَمَاءِ کہا جاتا ہے۔ "اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ کَثَّرَهَا الْجُهَّالُ" (علم ایک نقطہ ہے لیکن جہلاء نے اسے وسیع کر دیا ہے) یہ اسی علم یعنی عارف کی شان ہے جس کا کمال یہ ہے کہ جس کا علم ذاتِ مطلق کا علم ہے اور باقی سب سے روگردانی۔ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانیؒ نے[1] حضرت حق تعالیٰ سے دریافت کیا کہ یَا رَبِّ مَا عِلْمُ الْعِلْمِ (علم کا علم کیا ہے) جواب ملا کہ یا غوث الاعظم عِلْمُ الْعِلْمِ هُوَ الْجَهْلُ عَنِ الْعِلْمِ (اے غوث الاعظم علم العلم سے مراد علم سے جہل ہے) جب یہ بات سمجھ میں آتی ہے تو هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ (اللہ ہی ہے جس کے سوا کچھ نہیں اور جو عالم ہے غیب کا اور حاضر کا) کی حقیقت اس پہ آشکارا ہو جاتی ہے۔

رموز نمبر ۵۸ دریائے حلم:- حلم سے مراد حلیم ہونا ہے۔ یعنی جس طرح پانی میں پانی۔ اگر کچھ پانی گرم کر کے سرد پانی میں ڈالا جائے تو نہ گرم پانی سرد سے علیحدہ ہوتا ہے نہ سرد پانی گرم سے دور ہوتا ہے۔ دوسری بات سنو! دریا میں ہزاروں ندی نالے آکر گرتے ہیں۔ کوئی پاک ہوتا ہے کوئی ناپاک۔ لیکن دریا کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا وہ سب کو قبول کر لیتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دریا بن چکا ہے۔ چنانچہ جو شخص دریا بن جاتا ہے۔ اُس پہ هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ[2] (اول و خر وہی ہے۔ ظاہر وہی ہے باطن وہی ہے) کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

---

[1] حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانیؒ قدس سرہ کے الہامات کا مجموعہ چھپ چکا ہے یہ الہام اس کتاب میں سے نقل کیا گیا ہے الہامات غوث الاعظم حقائق و معارف سے لبریز ہیں۔ یہ کتاب حال میں مکتبہ الکتاب لاہور گنج بخش روڈ [illegible] شائع ہوئی۔

[2] حدیث شریف میں اس آیت کی یوں تشریح آئی ہے (وہ اول ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں وہ آخر ہے اور اس کے بعد کوئی چیز نہیں وہ ظاہر ہے اور اس سے

رموز نمبر ۵۹ دربیانِ خلق وخالق :- یاد رہے کہ خلق کا وجود خالق سے ہے جس طرح موج دریا سے اور دونوں کی حقیقت پانی ہے (یعنی خلق اور خالق کی حقیقت ایک ہے) یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے۔ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہ (اللہ کے حکم یعنی مخلوق کی تعظیم لازمی ہے) جس نے اس حقیقت کو سمجھ لیا۔ اُسے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (اللہ کی صفات سے موصوف ہوجاؤ) کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

شرح :- یعنی اللہ تعالیٰ ذات وصفات میں گم ہوکر ایک ہوجاؤ۔ تاکہ خالق ومخلوق کا تفرقہ مٹ جائے۔ جس طرح موج دریا کے مٹ جانے سے دریا ہی دریا رہ جاتا ہے۔

رموز نمبر ۶۰ دربیان عزلت یعنی گوشہ نشینی :-

عزلت از خلق یعنی خلق سے روگردانی کا مطلب یہ نہیں کہ خلق سے دُور بھاگ جاؤ۔ اس وجہ سے کہ تمام انبیا اور اولیا خلق کے اندر رہے ہیں۔ لیکن خلق میں مشغول نہیں۔ نہ جاؤ۔ (بلکہ حق میں مشغول رہو۔ باہمہ بے ہمہ سے یہی مراد ہے) یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَا اَحْمَدُ اٰدَمُ عَلٰی ذِکْرِہٖ۔ (اے احمد مجتبیٰ آدم ہمیشہ اللہ کے ذکر پہ قائم تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یارب آدم کس طرح ذکر پر قائم تھا۔ جواب ملا کہ اترک مِنَ النَّاس (لوگوں سے کنارہ کشی کرنا) جس نے یہ بات سمجھ لی اسے اس حقیقت سے آگاہی ہوجائے گی کہ اَنَا الْمَوْجُوْدُ فَاطْلُبْنِیْ تَجِدْنِیْ وَاِنْ تَطْلُبْ سِوَائِیْ لَمْ تَجِدْنِیْ (موجود حقیقی میں ہوں۔ جس نے مجھے طلب کیا پایا۔ جس نے میرے سوا کسی چیز کو طلب کیا اس نے مجھے نہ پایا۔)

رموز نمبر ۶۱ دربیان خاموشی :- خاموشی یہ ہے کہ کوئی سانس بے فائدہ نہ لیا جائے اور اپنے آپ کو درمیان میں سے خارج کرلینا چاہیے۔ یعنی خود کچھ نہ کہے، بلکہ اسی سے یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے بات کرے۔ اسی وجہ سے کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَا (جس نے خاموشی اختیار کی، سلامت رہا اور جو سلامت رہا اسی نے نجات پائی) جس نے اس پر عمل کیا، خزانۂ حق سے گوہر یاب ہوا۔ اسی وقت اس پر اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے) کی حقیقت کھلتی ہے۔

رموز نمبر ۶۲ دربیان قناعت :- قناعت یہ ہے کہ بے وجود ہو کر بیٹھے۔ (یعنی مقام فنا حاصل کرے۔) کیونکہ جو شخص باوجود رہا، بے مراد رہا۔ وجود ایک بہانہ ہے۔ جو کچھ ہے وہی ہے، یعنی حق تعالیٰ ہے۔ وہی تھا، وہی ہے اور وہی ہوگا۔ کسی نے خوب کہا۔ اَلْقَنَاعَةُ كَنْزُ الْغِنٰى (قناعت غنی کا خزانہ ہے) جس نے یہ بات سمجھ لی، اس پر اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے) کی حقیقت واضح ہوگئی۔

رموز نمبر ۶۳ دربیان حجرہ نشین :- یاد رہے کہ حجرہ نشین ہونے کا مطلب یہ ہے، کہ اپنے آپ سے ہجرت کرے۔ نہ کہ غیر سے علیحدہ ہو کر اپنے آپ کو چار دیواری میں قید کر دے۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ من اجلس فی اربعین مع غیرک کا الصید فی القفس (جو کوئی خلوت میں بیٹھ کر بھی غیر حق کے ساتھ مشغول رہا، وہ اس پرندے کی طرح ہے جو پنجرے میں قید ہوا) جس نے یہ بات سمجھ لی۔ اس پر نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (میں نے اپنی روح آدم میں پھونکی) کی حقیقت اس پر ظاہر ہوئی۔

رموز نمبر ۶۴ دربیان تسبیح :- ظاہری تسبیح یہ ہے کہ اسم اللہ اللہ کہہ کر دانے گھمائے اور حقیقی تسبیح یہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ دیکھے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

(اپنے دل کی آنکھوں سے دوست کے سوا کسی چیز کو نہ دیکھو۔ جو چیز دیکھو دوست کا مظہر[1] سمجھو) یہی وجہ ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ مَنْ تَعَلَّمَ حَرْفًا فَهُوَ مَوْلَاهُ۔ (جس نے ایک حرف پڑھایا وہ استاد ہے) جس نے یہ بات سمجھ لی۔ اس پر اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا ہوا ہے۔ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند ہوا۔ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کیسے نصب ہوئے۔ زمین کو دیکھو کیسے بچھائی گئی۔ پس اللہ کا ذکر کرو، بیشک تم ذاکر ہو) کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

---

[1] مظہر بمعنی جائے ظہور، ---

رموز ۶۵ دربیان مراقبہ :۔ مراقبہ سے مراد ہے قریب ہونا کہ سر زانو میں دے کر یہ خیال کرنا وہ خیال کرنا۔ حدیث پاک میں تَقَرَّبَ۔ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا۔ (خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت آگے بڑھتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں) جب اس مرتبہ تک رسائی حاصل ہوتی ہے تو لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسْتَغْنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ قرب ہوتا ہے کہ جہاں کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی رسائی نہیں ہو سکتی) کی حقیقت اس پر آشکارا ہو جاتی ہے

رموز ۶۶ دربیان مجاہدہ :۔ مجاہدہ کا مطلب ہے جہد کرنا۔ یعنی جہاد کرنا اپنے نفس کے ساتھ۔ جہاد کا مقصد یہ ہے کہ خواہشات نفس کی پیروی نہ کرے۔ اگر نفس کی پیروی کرتا ہے تو یہ نفس کی مخالفت نہیں موافقت ہے اور اب تک دوئی باقی ہے۔ الاختیار شوم (اختیار نحوست ہے) جب سالک اس مرتبہ پر پہنچتا ہے مَا صَنَعَ اللّٰہُ فَہُوَ خَیْرٌ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اس میں بھلائی ہے) کے معنی سمجھ میں آجاتے ہیں۔

شرح :۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا اختیار تسلیم کرتا ہے اور اپنے تصرف کا انکار کرتا ہے۔

رموز ۶۷ دربیان مشاہدہ :۔ مشاہدہ کا مطلب ہے رو برو ہونا۔ بلکہ آدمی خود درمیان میں بہانہ ہے۔ اصل میں عین وہی (ذات حق) ہے وَجَدْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ (میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعے پایا۔ یعنی جب غیر کا وجود ہی نہیں ہے تو حق کو کسی اور کے ذریعے پہچاننا یا پانا کیسے ہو سکتا ہے) کا مطلب یہی ہے جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے، بے نام و نشان ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اس پر الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ (یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں) کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

شرح :۔ ذالک الکتاب میں لفظ کتاب سے عارفین نے انسان مراد لیا ہے۔ یعنی جب سالک کو مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے تو اس پر اپنی حقیقت کھل جاتی ہے۔ یعنی اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ میں نہیں ہوں ذات ہی ذات ہے۔

رموز ۶۸ دربیان التقوٰی :۔ تقوٰی کا مطلب ہے پرہیز کرنا۔ یعنی اپنے آپ سے

پرہیز کرنا، نہ کہ کھانے پینے سے۔ کیونکہ جیسے ھرنہ کھانے پینے سے پرہیز ہے، وہ پرہیز یعنی عورت سے امرد نہیں ہے) پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول مَنْ تَزَهَّدَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَقَدْ مَاتَ كَافِرًا مَجْنُونًا (جس نے علم کے بغیر زہد اختیار کیا وہ کافر یا مجنون ہو کر مرا) کا یہی مطلب ہے۔ لیکن جس شخص کو اپنے آپ سے پرہیز ہے وہ بادشاہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ (یعنی علمائے محققین یا اولیائے کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں) جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ حقیقت اس پر آشکارا ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس پر إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (وہ تمہارے دلوں کی بات کو جانتا ہے) کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

تشریح:۔ زہد بغیر علم کو کفر اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ وہ حقیقت زہد سے واقف نہیں۔ اس لئے کہ جو چیز ترک کرنے کے قابل ہے یعنی خودی اس کی بجائے آب و طعام ترک کر دیتا ہے۔ اپنے آپ کو ترک کرنے کا نام تصوف کی اصطلاح میں تجرید و تفرید ہے یعنی فنائے نفس کے بعد ذات میں فنا کرنا۔ علماء کو انبیاء کا وارث اس لئے کہا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرح علمائے یعنی اولیاء اللہ بھی اپنی خودی کو مٹا کر ذات حق میں فنا حاصل کر لیتے ہیں۔ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ کی حقیقت سے واضح ہونے سے یہ مراد ہے کہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ اور دلوں کی بات معلوم کر لیتا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

رموز ۱۹ در بیان صلاحیت:۔ صلاحیت وہ چیز ہے جو خود بخود رواں ہے پانی کی طرح۔ جس طرح بغیر کسی کوشش کے دریا بحر وحدت میں خود بخود جا کر گرتا ہے

بیت

صلاح آں باشد کہ با خدا در ہر کجا باشد
بناشد بے خدا ہرگز ہمیشہ با خدا باشد

راہ ہدایت یہ ہے کہ سالک جہاں ہے۔ با خدا ہے۔ اور خدا کے بغیر ہرگز نہیں ہوتا۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ مَنْ يَقُولُ الْإِضَافَةَ فِي ذَاتِ مُطْلَقٍ فَهُوَ عَاصٍ لَا هُوَ صَالِحٌ (جو شخص یہ کہتا ہے کہ ذات مطلق کے لئے اضافت ہے۔ وہ گنہگار ہے صالح نہیں ہے)۔ سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو وحدت کے عالم سے شرابا طہورا۔

ملتا ہے۔ اس وقت اس پر فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا"۔ جو شخص اپنے رب کے دیدار کا طلبگار ہے اُسے عمل صالح کرنا چاہیئے اکی حقیقت کھل جاتی ہے۔

شرح:۔ یہاں صلاح سے مراد سالک کا وہ حال اور مقام ہے جہاں اُس کو دوامی حضوری اور قرب حاصل ہے اور ہر وقت ذاتِ حق میں غوطے لگا رہا ہے۔ یاد رہے کہ بعض حضرات کوشش سے اور مراقبات کے بعد فنا میں جاتے ہیں۔ اور بعض وہ ہوتے ہیں جو بغیر کوشش بغیر کوشش بحرِ فنا میں غرق رہتے ہیں۔ بلکہ اگر کوشش بھی کریں تو باہر نہیں نکل سکتے۔ اسی وجہ سے نےؒ اضافت اور دانست کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اضافت سے یہاں مراد ذریعہ یا کوشش ہے۔ اور دانست سے مراد علم۔ یعنی نہ کوشش کرتا ہے اور نہ اس کو اپنی فنا کا علم ہوتا ہے۔ اس مقام کو فنا لے فنا یا فناء الفنا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جہاں شعور بھی نہ ہو کہ میں ذاتِ حق میں فنا ہوں۔ بلکہ ذاتِ حق قائم اور خود گم ہوتا ہے۔ اسی مقام کو آیۂ مذکور میں لِقَاءَ اللّٰہ کہا گیا ہے۔ لقاء کے معنی یہاں دیدار نہیں کیونکہ یہ عین الیقین ہے۔ یہ مقام دیکھنے سے بھی زیادہ بلند ہے۔ اسے حق الیقین کہتے ہیں۔ جیسے آگ میں لوہا۔ یعنی خود ہو جانا

رموزِ عزّے **دربیانِ ہمت**:۔ ہمت یہ ہے کہ سالک دونوں جہانوں سے مستغنی یعنی بے نیاز ہو جائے۔ اور نفس و شیطان سے بلکہ ورد و اوراد سے بھی فارغ ہو کر کفر و ایمان سے بالاتر ہو جائے۔ بیت ؎

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شُد
ہمچو خورشید از بلندی فرد شُد

(صاحب ہمت وہ ہے مردِ کامل بن چکا ہے اور آفتاب کی طرح بلندی پر درخشاں ہے) اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ صاحب الہمت مستغنی عن الکل (صاحب ہمت وہ ہے جو سارے جہان سے بے نیاز ہے) اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰہ (جب انتہا کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔ باقی سب کچھ مٹ جاتا ہے) سننے سے یہی مقام مراد ہے۔

شرح:۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ قِيمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهُ (آدمی کی قیمت اس کی ہمت ہے،

یعنی حقیقی رہائی بہت بڑا صاحب کمال ہوگا۔ اور کیا یہ ہمت کا کمال نہیں ہے کہ زمان و مکان اور یہیں اور توُ کی قید سے رہائی حاصل کرکے عالم لاہوت میں پہنچ جائے جہاں نہ کفر کی قید ہے نہ ایمان کی۔ کیونکہ کفر اور دین عالم ناسوت یعنی ظاہری جہان کی چیز ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

نہ از کفرے خبر دارم نہ دانم حال ایمانم
تنم شد جان و جان شد جان جانانم

لہٰذا ہمت بڑی چیز ہے جو آدمی کو کون و مکاں سے بالاتر عالم قدس میں پہنچا دیتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ مَنْ كَانَ هِمَّتُهٗ مَا دَخَلَهٗ قِيْمَتُهٗ مَا خَرَجَ (جس کی ساری ہمت اس بات پر موقوف ہے کہ اس کے پیٹ میں کیا داخل ہو یعنی خورد و نوش) اس کی قیمت وہی ہے جو پیٹ سے نکلتا ہے۔ دنیا میں ہر شخص اپنے آپ کو بڑا آدمی اور باکمال خیال کرتا ہے۔ اب وہ خود اپنا امتحان لے سکتا ہے کہ اس کی قدر و قیمت کیا ہے۔

رموز ۲۱ در بیان مسکینی: مسکینی یہ ہے کہ تمام منازل و مقامات اور کرامات سے بلند ہو جائے۔ اور کسی جگہ قیام نہ کرے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ (یا اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین مار اور مساکین کے ساتھ اٹھا) جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اپنی نیستی کو ہستی دیکھتا ہے۔ اس مقام پر فرمان نبوی ہے کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ (موت سے پہلے مر جاؤ) کی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔

شرح: مسکین سے مراد فقیر ہے۔ جس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مفلس اور نادار ہے، بلکہ مالک دو جہان ہے۔ کیونکہ وہ مٹ مٹا کر ذات حق میں فنا ہو چکا ہے۔ اور ذات و صفات حق سے متصف ہو کر بحیثیت مرد کامل پوری کائنات پر حکمرانی کرتا ہے۔ نیستی کو ہستی دیکھنے سے وہی مقام فنا الفنا مراد ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی مرنے سے پہلے مر جانے کا مطلب یہ ہے کہ خودی کو یا اپنے نفس کو مٹا کر ذات حق فانی ہو جائے اور یہ مٹ جانا نیستی اور فنا کہلاتا ہے

رموز ۲۲ در بیان رضا: رضا کا مطلب ہے ہر حال میں خدا تعالیٰ سے راضی رہنا

یعنی اپنے آپ کے ساتھ ناز و نیاز کا ہونا۔ مصرع

ناز و نیاز با خودی کردن تماشا خوشتر است

(اپنے آپ کے ساتھ ناز و نیاز کرنا بہت اعلیٰ چیز ہے)

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اَلْاِخْلَاصُ بِنَاءُ الْاِیْمَانِ (اخلاص ایمان کی بنیاد ہے) جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے، ایمان کے پھل کی لذت حاصل کرتا ہے۔ اُس وقت اس پر یہ آیۂ پاک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے) کی حقیقت منکشف ہوتی ہے

شرح:- اولیائے کرام فرماتے ہیں کہ مقام رضا، مقام محبوبیت ہے یعنی جہاں اللہ تعالیٰ بندہ کی رضا طلب کرتا ہے اور بندہ اللہ کی رضا کا طلبگار رہتا ہے۔ لہٰذا وہ بجا طور پر ناز بھی کر سکتا ہے اور نیاز بھی۔

رموز ۲۳ در بیان ایمان:- ایمان یہ ہے کہ خود بے نشان اور ہر وقت ناظر سبحانی ہے۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ نے سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں، اور میری شان بلند ہے) کا نعرہ اسی مقام پر لگایا تھا۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو خم وحدت سے شراباً طہوراً کے جام نوش کرتا ہے۔ اُس وقت اُس پر اَلْمَلِکُ حَیُّ الَّذِی لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ (وہ ایسا بادشاہ ہے جو زندہ ہے اور نہ اُسے نیند آتی ہے نہ موت) کی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔

شرح:- یہاں بھی حضرت شیخ نے مقام فنا فی اللہ بیان فرمایا ہے۔ یعنی جب سالک ذات و صفاتِ حق تعالیٰ میں فنا حاصل کرتا ہے۔ تو اَنَا الْحَقّ کا نعرہ لگاتا ہے۔ اور اللہ کی شان ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے، اور ظاہری پردہ پوشی کے باوجود لَا یَمُوْتُ (لافانی) ہو جاتا ہے۔

رموز ۲۴ در بیان اخلاص:- اخلاص یہ ہے کہ اپنی خودی سے بھی خلاصی حاصل کر لے۔ جیسے برف پانی میں، اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سیروا سبق المفردون (جو حضرات فرد[1] بن چکے ہیں۔ وہ سیری رہتے ہیں) جب سالک اس مقام

---

[1] مقام فردیت سب سے اونچا مقام ہے۔ یعنی دنیا و مافیہا بلکہ اپنے آپ سے گذر کر ذاتِ حق کے ساتھ ایک ہو جانا اور [illegible]

کی سیر کرتا ہے تو اس پر مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ (جس نے اللہ کی معرفت حاصل کی اس کی زبان گنگ ہوگئی) کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

تشریح:۔ زبان گنگ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اللہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ دائماً عینِ ذات ہے۔

رموز ۵ در بیان استقامت:۔ استقامت[1] کا مطلب ہے قرار پکڑنا۔ (یعنی ذات حق میں پہنچ کر جم جانا) یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ (استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے) جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر آیہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَ الَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى آشکارا ہو جاتی ہے۔

رموز ۶ در بیان توبہ:۔ توبہ یہ ہے کہ اپنے اختیار سے توبہ کرے۔ (یعنی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے اختیار سے کام کرتا ہوں بلکہ ذات حق کو فاعل حقیقی سمجھے) اور جو کچھ گذر چکا ہے اس پر افسوس نہ کرے۔ اور جو کچھ کر رہا ہے اس میں کوشش نہ کرے۔ (یعنی گذشتہ کے متعلق یہ نہ کہے کہ اگر یوں کرتا تو یہ ہو جاتا۔ کیونکہ سب چیز اللہ کے بس میں ہے اور کوشش نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف منسوب نہ کرے۔ اور ظاہر اور باطن میں حق پرست رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ تَرَكَ ذَرَّةً مِّنْ نَهْيِ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ (جس نے اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیز کو ترک کیا، خواہ وہ ذرہ بھر ہو یہ چیز سارے جہان کی عبادت سے افضل ہے) جو شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے مراد پاتا ہے اور اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ .... الی آخرہٖ کی حقیقت اس پر منکشف ہوتی ہے۔

رموز ۷ در بیان شکر:۔ شکر اور شاکر ہونا یہ ہے کہ شکر سے مٹھاس یعنی لذت حاصل کرے نہ کہ گڑ و شکر سے۔ دل میں احد سمجھے اور زبان سے ثنا کہے۔ (یعنی مقام احدیت یا فنا فی اللہ جسے لاتعین بھی کہتے ہیں پر پہنچ کر بھی ثنا کہے، دوئی میں ثنا ہو سکتی ہے۔ فنا

---

[1] اس مقدمہ میں اصحاب استقامت یعنی اصحاب تمکین کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اصحاب تمکین وہ ہیں جو تلوین میں حال سے گذر کر مقام تمکین پر فائز ہوتے ہیں۔ حال بدلنے والی چیز ہے اور مقام مستقل

اس کو مُتَاکِلُ[1] (یعنی کھانے والا۔ پیٹو) کہتے ہیں۔ مُتَاکِل نفس کا غلام ہے۔ اور متوکل نفس کا آقا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے۔ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِیْ سَبِیْلٍ وعد نفسک مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ (دنیا میں اس طرح رہ جیسے کہ مسافر یا پل پر گذرنے والا اور اصحاب قبور سے استعانت کر) جو شخص اس طرح کا متوکل بن جاتا ہے اُس پر حق تعالیٰ کی یہ کلام صادق آتی ہے۔ جو حق تعالیٰ نے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے فرمائی۔ یعنی فرمایا۔ عباد سِوَی الانبیاء والمرسلین لا یَطَّلِعُ علی احوالھم احداً مِنْ اَھْلِ الدُّنیا ولا اَحَدٌ مِنْ اَھْلِ الآخرۃ ولاَ من اھل الجنۃ ولاَ اَھْلِ النار ولا مالک ولا رضوان خلقھم لا للجنۃ والنار ولا للثواب ولا للعقاب ولا للحور ولا قصور ولا غلمان وطوبیٰ لمن آمن بھم وھم اصحاب البقاء والمحققون ما ورا البقاء (انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے علاوہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے مقامات سے نہ اہلِ دنیا واقف ہیں نہ اہلِ آخرت، نہ اہلِ جنت، نہ اہلِ بہشت، نہ داروغۂ جنت، نہ داروغۂ دوزخ، اُن کو نہ بہشت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ نہ دوزخ کے لئے نہ ثواب کے لئے، نہ عذاب کے لئے، نہ حور کے لئے نہ قصور کے لئے نہ غلمان کے لئے، ایسے لوگوں کو مبارک ہو کہ وہ اہلِ بقاء ہیں۔ اور آتشِ دوزخ کو بجھانے والے ہیں)

رموز نمبر ۸ در بیان تلقین :۔ تلقین کرنے یا ہدایت دینے کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ طالب کو صوم وصلوٰۃ و دیگر ارکانِ اسلام کی تلقین کی جائے۔ تاکہ کامیاب ہو جائے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تلقین کرنے والا طالب کو ذاتِ حق میں ایسا مشغول کرے کہ حق کے سوا باقی نہ رہے۔ یہی وجہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ یَجْلِسْ مَعَ الْفُقَرَاءِ اَھْلِ تَصَوُّفْ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا چاہے اُسے فقراء اہلِ تصوف کے پاس بیٹھنا چاہیئے) جب سالک

---

[1] حضرت خواجہ گنج شکرؒ کے بھائی حضرت خواجہ نجیب الدین متوکل سے کسی نے پوچھا کہ آپ متوکل کہلاتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ متوکل نہیں متاکل ہوں (یعنی توکل کرنے والا نہیں بلکہ کھانے والا یعنی پیٹو ہوں۔ یہ کمالِ انکسار ہے۔

کھڑا ہونے کے کئی معنی ہیں۔ اوّل اس سے مراد ہر دم ہے جو آتا ہے اور قائم ہو جاتا ہے۔ دوم معنی ساعت یعنی گھڑی کے ہیں۔ جس میں قلب کھڑا ہوتا ہے یعنی زندہ ہوتا ہے۔ سوم معنی دل کے ہیں۔ جب دن نکلتا ہے قائم ہو جاتا ہے۔ اور سارا جہان کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ قیامت کے چوتھے معنی جملہ وقت کے ہیں جس سے مراد ہے اپنے آپ سے جانا۔ جب آدمی اپنے آپ سے جاتا ہے خدا سے مل جاتا ہے۔ اور پھر اپنے آپ میں واپس نہیں آتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول من مات فقد قام قیامۃ (جو مرگیا اس کے لئے قیامت قائم ہوگئی) کا یہی مطلب ہے۔ جب سالک اس مقام پہ پہنچ جاتا ہے تو کُلُّ من علیہا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام (جو کچھ پیدا ہوا سب فانی ہے۔ اور ذات حق تعالیٰ باقی رہنے والی ہے) کی حقیقت اس پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور یہی مقصدِ حیات ہے۔ اس کے سوا باقی تمام مقاصد بیکار ہیں۔ قیامت کے لغوی معنے قائم ہونے کے ہیں۔ یعنی اس وقت سے کہ جب حق تعالیٰ کا ظہور ہوا۔ دراصل حق تعالیٰ کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔ یعنی ہمیشہ قائم ہے۔

رموز ۵۰ :- قیامت آئی اور چلی گئی۔ واپس نہیں آئے گی۔[1] باقی عشق ہر وقت قائم ہے۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ... تا آخر آیۃ الکرسی، کی حقیقت اس پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

رموز ۵۱ دربیانِ دُنیا: جاننا چاہیئے کہ دُنیا کا مطلب ہے دُون یعنی گھٹیا چیز۔ پس جو چیز گھٹیا ہے وہ دُنیا ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ۔ (دُنیا مردار جانور ہے اور اس کے طالب کتے ہیں)، جب اس کے معنی سمجھ میں آگئے تو اِنَّمَا الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ (دنیا کھیل تماشا ہے) کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ پس طالب پر فرض ہے کہ اس مقام (دنیا کے دون) سے گذر جائے اور ایسا گذرے جو گذرنے کا حق ہے۔ اس وقت

---

[1] یعنی قیامت قائم ہو چکی ہے۔ اور ہر شخص کو اپنے اعمال کی سزا اور جزا اسی دُنیا میں مل رہی ہے۔ آنے والی قیامت موجودہ قیامت کی تکمیل ہوگی۔

اَلصُّوفِیُ هُوَاللّٰہ (صوفی اللہ میں گُم ہو جاتا ہے) کی حقیقت اس پر آشکارا ہوتی ہے (یعنی مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے)

شرح:- دنیا سے گزر جائے یعنی خود نہ رہے گم ہو جائے۔

رموز نمبر ۵۲ در بیانِ دین:- جاننا چاہیئے کہ دین سے مراد دین ہے اور دین کا مطلب عین ہے۔ (اپنے سے فانی ہو کر ذاتِ حق میں گُم ہو جانا اور عین حق بن جانا) مَنْ نَاظِرَ عَلَی اللّٰہِ نَحْوُ مَحْجُوْبٌ عِنْدَ الْحَقِیْقَۃِ (جو اللہ کو دیکھتا ہے درحقیقت محجوب ہے۔ یعنی حجاب میں ہے) کے یہی معنی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ طَالِبُ الدُّنْیَا مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ عُقْبٰی مُذَکَّرٌ (طالب دنیا مؤنث ہے اور طالب عقبیٰ مذکر ہے) اس سے یہی مراد ہے۔ پس طالب مُولا کو چاہیئے کہ دنیا سے جلدی گزر جائے کہ عینِ حق ہو جائے۔ (غیرِ حق نہ رہے) اور جب عین حق ہُوا تو مطلق (لا محدود) ہو گیا۔ اس سے وقت اَلْآنَ کَمَا کَانَ (اب بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلے تھا۔ یعنی بجز ذاتِ حق کسی چیز کا وجود نہیں) کی حقیقت اس پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

شرح:- جو اللہ کو دیکھتا ہے محجوب ہے کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنا بھی دوئی ہے۔ عین ہو جانا دیکھنے سے زیادہ بلند مرتبہ ہے۔ اللہ کو دیکھنے والا عین الیقین کے مرتبہ پر ہوتا ہے۔ اور عین حق بن جانے والا حق الیقین کا مرتبہ رکھتا ہے۔ جو بلند ترین مقام ہے۔ طالب دُنیا مؤنث والی حدیث کی ایک عبارت یہ بھی کتبِ حدیث میں آئی ہے۔ کہ دُنیا کا طالب مؤنث ہے۔ آخرت کا طالب مخنث اور مولا کا طالب مذکر ہے۔

رموز نمبر ۵۳ در بیانِ ذکر:- یاد رہے کہ ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا یعنی غفلت ترک کر کے حق تعالیٰ کو یاد کرنا، حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ، (پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرتا ہوں) یہ یاد کرنا دو اقسام پر ہے۔ ایک ذکرِ معنوی، دوسرا ذکرِ لفظی۔ لفظی ذکر کرنے والا سِر یعنی راز یا حقیقت سے محروم ہے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مَنْ یَقُوْلُ اللّٰہُ مَعَنَا فَھُوَ مَحْرُوْمٌ عَنْ عِشْقِ سِرِّہٖ (یہ جو کہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے عشق کے راز سے محروم ہے) چنانچہ کسی نے کہا ہے:-

ہی نہیں ہوتی۔ لیکن جن حضرات کو حق تعالیٰ نے جامعیت عطا فرمائی ہے وہ مقام فنا میں بھی صوم وصلوٰۃ ترک نہیں کرتے۔ یہ مقام لقا باللہ ہے۔ اور عبدیت ہے۔ جو خاصہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر اولیائے اُمت کا) یہ ہے حقیقی شکر (یعنی واصل باللہ ہو کر بھی مجاہدہ وریاضت ترک نہ کرے) ان حضرات کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یَا عَبْدِیْ اَنَا اَقْرَبُ اِلَیْکَ (اے میرے بندے میں ہر چیز سے زیادہ قریب ہوں تجھ سے) جب سالک یہ شکر بجا لاتا ہے تو نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم اس کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں) کی حقیقت اس پر آشکارا ہوتی ہے۔ یعنی یہ آیت اس کا حال بن جاتی ہے۔

رموز ۸۷ دربیان صبر وصابر :- صبر یہ ہے کہ اس سے یعنی ذات حق سے صبر کرے۔ نہ کہ خود کو اس کے اندر اور اس کو خود کے اندر دیکھے۔

شرح :- ذات حق سے صبر کرنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ذات حق میں فنا ہو کر مستقل مزاجی سے جم جائے۔ اور یہ مراقبہ ترک نہ کرے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ فنا فی اللہ کے باوجود صبر و کوشش سے دوئی میں آ کر صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرے۔ اگرچہ یہ بات مشکل ہے کہ فنا کے باوجود دوئی قائم کرے۔ لیکن صبر اسی کا نام ہے۔ یہ کام ضرور کرے۔ یعنی ایسا محسوس کرے کہ حق تعالیٰ کے روبرو بیٹھا ہے۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ فنا کو عمداً ترک لقا باللہ اور دوئی کے مقام پر جم جائے۔ اور فراق کی لذت حاصل کرے۔ یعنی آنچہ من لذت بہ درد تو یہ درد ناب نیز دہم) اس کو حقیقی معنوں میں صبر کہتے ہیں۔ یعنی وصل ترک کر کے عمداً ہجر و فراق اختیار کرے۔ یہ مقام عبدیت ہے جو اکابر اولیاء وصل سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر آیہ مبارک یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ . . . وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف آؤ۔ راضی خوش۔ عبادت کرو۔ اور جنت میں داخل ہو جاؤ) کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ یعنی نفس اور خودی قائم بھی رہتی۔ اور فنا بھی ہو گئی ہے۔ یہ مقام جامعیت ہے۔ جو اسلام میں مقصود اصلی ہے)

رموز ۸۸ دربیان توکل :- توکل یہ ہے کہ غیریت سے پرہیز کرے نہ کہ غنیمت پرہیز کرے۔ (یعنی دولت اغنیاء قریب نہ آنے دے) جو مال سے پرہیز کرتا ہے اس کو توکل نہیں ملتا اور جو مال حاصل کر کے اس پر صبر کرتا ہے اور مزید حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا

اس دوسری قسم کی تعلیق کو سمجھ لے گا۔ اس کو کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئًا۔ (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا) کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ (یعنی اہل اللہ خود کو گم دیتے ہیں ذات حق میں اور بس، حق ہی حق باقی رہ جاتا ہے)

رموز ۱۸ دربیانِ تصوّف :۔ تصوّف کا مطلب ہے صاف ہونا، ایسا صاف ہونا کہ بے خود ہو جائے۔ اور نہ وصل کی خبر رہے، نہ جدائی کی اور نہ ہی خدائی کی۔ لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا فِیْہِ عَبْدٌ وَلَا رَبٌّ[1] (یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اَلتَّصَوُّفُ حَالٌ وَبَیَانٌ (تصوّف حال کا نام ہے نہ کہ قال کا) جس کسی کو یہ حقیقت معلوم ہو جاتی ہے حروف مقطعات کے معنی سمجھ سکتا ہے (حروف مقطعات سے مراد ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ الم۔ الرحمٰن۔ یٰسین۔ حٰم۔ کھٰیعص وغیرہ ہیں۔)

---

[1] اس سے مراد بھی مقام فنا فی اللہ ہے۔ جہاں محویت ہی محویت اور حیرت ہی حیرت ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎ نہ از کفر خبر دارم نہ دانم حال ایمانم ؛ تنم شد جاں و جاں شد جانِ جانانم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناجات

شیخ الاسلام حضرت شیخ ابو اسماعیل عبداللہ انصاری المعروف پیر انصار قدس سرہٗ فرماتے ہیں :-

۱. اے ز دردت بیدلاں را بوئے درماں آمدہ — یادِ تو مر عاشقاں را مونسِ جان آمدہ
۲. صد ہزاراں ہمچو موسیٰ مست در ہر گوشہ — ربِّ ارنی گو شدہ دیدار ہا جو آمدہ
۳. سینہ ہا بینم ز سوزِ ہجر تو بریاں شدہ — دیدہ ہا بینم ز سوزِ عشق تو گریاں آمدہ
۴. عاشقانت نعرۂ الفقر و فخری مے زنند — بر سر کوئے ملامت پائے کوباں آمدہ
۵. صد ہزاراں عاشقاں سرگشتہ بر بیم و امید — در بیابانِ محبت اللہ گویاں آمدہ
۶. پیر انصار از شراب شوق خوردہ جرعے — ہمچو مجنون گردِ عالم مست حیراں آمدہ

ترجمہ :- (۱) اے دوست کہ تیرے درد سے عاشقوں کو بوئے درماں یعنی مرہم کی بو آ رہی ہے۔ یعنی خود تیرا درد ہمارے لئے درماں بن گیا ہے۔ اور تیری یاد درد کے ماروں کے لئے سرمایۂ اطمینان و آرام ہے۔

۲. تیرے حسن و جمال اور ناز و انداز کا یہ عالم ہے کہ موسیٰ جیسے لاکھوں ہر طرف مست و بے خود پڑے رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ یعنی طلب دیدار کے نعرے لگا رہے ہیں۔

۳. اے محبوب تیرے ہجر نے کئی سینے جلا کر خاکستر کر دیئے ہیں اور کئی آنکھیں ہجر و فراق میں آنسوؤں کے دریا بہا رہی ہیں۔

۴. تیرے عاشق ہر وقت نعرۂ الفقر و فخری (یعنی فقر ہماری دولت ہے) کے نعرے لگاتے ہوئے تیرے دروازے پر پا کوبی (یعنی رقص) کر رہے ہیں۔

۵. لاکھوں عاشق تیرے دیدار کی تمنا میں خوف و امید کے درمیان ہچکیاں لے رہے ہیں۔ اور اللہ اللہ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ ۶. پیر انصار نے چونکہ تیرے شراب شوق کا ایک گھونٹ پی لیا ہے اس مستی میں مجنوں کی طرح در ازل میں مست و حیران پھر رہا ہے۔

۱. اے رحیم کہ پوشیدۂ عطائی　　اے کریم کہ بخشندہ عطائی
۲. اے صمد کہ از ادراک ما جدائی　　وے اَحَدْ کہ در ذات و صفات بے ہمتائی
۳. اے خالق کہ راہ نمائی　　وے قادر کہ خدائی را سزائی
۴. جان ما را صفائے خود دہ　　و دل ما را ہوائے خود دہ
۵. چشم ما را ضیائے خود دہ　　و ما را از روئے رحمت آں دہ کآں بہ
یارب دل ما را دہ ایں بندہ چہ داند باید گفت بیت

ترجمہ: ۱. اے رحیم تو خطاپوش (معاف کرنے والا ہے۔ اے کریم تو نعمت بخشنے والا ہے۔ ۲. اے صمد (بے نیاز) تو ہمارے عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ اور اے اَحد تو ذات و صفات میں بے مثل ہے ۳. اے خالق، تو ہماری راہنمائی کرنے والا ہے اے قادر تو خدائی کے لائق ہے۔ ۴. میری رُوح کو صفائی بخش اور میرے دل کو اپنی محبت عطا کر ۵. میری آنکھوں میں اپنا نور عنایت فرما اور ہمیں وہ نعمت عطا کر جسے تو بہتر سمجھے۔ یارب اس بندہ کو کیا معلوم کہ اس کے حق میں کیا بہتر ہے۔　بیت:

دانندہ توئی ہر آنچہ خواہی آں دہ　　عذر ما بپذیر و عیب ما مگیر

(تو بہتر جانتا ہے کہ کیا بہتر ہے اس لئے وہی دے جو تیری نگاہ میں بہتر ہے۔ میرے گناہ معاف کر اور عیب پوشی کر الٰہی میں نے اپنی عمر برباد کی ہے۔ اور اپنے ساتھ بیداد (ظلم) کیا ہے۔

الٰہی اس خطرناک جنگل میں مجھے راستہ دکھا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر تیرے سوا میرے لئے جائے پناہ نہیں۔

الٰہی میں اپنی بُرائی سے پریشان ہوں تو اپنی خدائی سے مجھے معاف کر۔

الٰہی میری توحید کی بنیاد کو تباہ نہ ہونے دے، اور میری اُمید کے باغ کو بے آب نہ کر۔

الٰہی جس کسی کے دل میں تو نے باغِ محبت پیدا کیا ہے اُسے اس باغ سے پھل کھانے کی توفیق عطا کر۔

الٰہی تیرے بغیر کسی کو شادی (خوشی) نہیں، اور سوائے تیرے آزادی نہیں۔
الٰہی جس کسی نے تجھے پہچان لیا تیرے غیر کو اُس نے پھینک دیا۔

الٰہی وہ دل دے جو تیرے لئے جان پر کھیل جائے اور وہ جان دے جو تجھ پر قربان ہو جائے

الٰہی وہ یقین دے جو حرص کے وقت کام آئے۔ اور وہ قناعت دے جو حرص کو ختم کر دے

الٰہی تو ہاتھ پکڑ لے کہ ہمارا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں۔ اور اپنی درگاہ میں قبول کر کہ گزارا نہیں۔

الٰہی یہ نہ پوچھ کہ کیا لائے ہو اور یہ سوال نہ کر کہ کیا کام کئے ہیں کیونکہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے

الٰہی ہماری عاقبت خیر کر تاکہ دنیا کو چھوڑ سکیں اور عمل کی توفیق عطا کر کہ مضبوط ہو جائیں۔

الٰہی گناہوں سے ہمیں بچا، تاکہ ہم پریشان نہ ہوں اور راہِ راست دکھا تاکہ سرگرداں ہوں

الٰہی تو ہماری مدد کر کیونکہ دوسرے مدد نہیں کرتے۔ اور تو نوازش فرما کہ دوسرے تنگ کرتے ہیں۔

الٰہی وہ دل دے جو تیری طاعت میں سرگرم رہے اور وہ توفیقِ طاعت دے جو جنت کی طرف راہنمائی کرے۔

الٰہی وہ عقل دے کہ جس میں حرص نہ ہو اور وہ عمل عطا کر جس میں ریا نہ ہو۔

الٰہی وہ آنکھ عطا کر جو تیری ربوبیت کے سوا نہ دیکھے اور وہ دل دے جو تیری عبودیت کے سوا پسند نہ کرے۔

الٰہی وہ نفس دے جو تیری غلامی قبول کرے۔ اور وہ جان دے جو تیری محبت کے جام نوش کرے

الٰہی تیری طلب ہماری تمنا ہے اور تیرا حصول وصول ہمارے بس کی بات نہیں۔

الٰہی تیرے کشتہ سے خون نہیں آتا اور جسے تو جلائے وہ جلنے میں خوش ہے۔

الٰہی مجھ سے ایسے گناہ سرزد ہوتے ہیں کہ محمد مصطفیٰؐ کے دوست غمگین اور دشمن خوش ہوتے ہیں

الٰہی دشمن کو خوش اور دوست کو غمگین نہ کر۔

الٰہی تو ایک دفعہ بنا لے مجھے اپنا بندہ اور میں خوشی میں عرش سے بھی گذر جاؤں خندہ

الٰہی جو کچھ تو نے کاشت کیا ہے اُسے پانی دے۔ اور جو عبداللہ (عبداللہ انصار نے کاشت کیا ہے اُسے خراب کر۔

الٰہی اگرچہ میں ایک کڑوا پھل ہوں پھر بھی تیرے باغ کا ہوں اور اگرچہ مجرم ہوں، تیرا غلام ہوں۔

الٰہی میں دشتِ حیرانی میں پیادہ ہوں۔ تو مجھے سفر کے لئے سواری عطا کر۔

الٰہی اگرچہ میرا راستہ کج (ٹیڑھا) ہے۔ اپنی عنایت سے ج کھلے جائے گا۔

قطعہ

پیوستہ دلم دم رضائے تو زند   جاں در تن من نفس برائے تو زند
گر بر سر خاک من گیا ہے روید   ہر برگ بوئے وفائے تو زند

(میرا دل ہر وقت تیری رضا کا طلبگار ہے اور میری جان تیرے لئے ہر وقت قربان ہو رہی ہے۔ قبر پر میری خاک کے اوپر جب کوئی پودا اُگتا ہے تو اُس کے پھول سے وفا کی بُو آتی ہے)

الٰہی تُو نے حکم دیا کہ یہ کام مت کرو۔ اور کرنے دیا۔ اور فرمایا یہ کام کرو اور نہ کرنے دیا۔

الٰہی جس جھنڈے کو تُو نے بلند کیا ہے اُسے نیچا نہ دکھا۔

الٰہی تو فرمانبرداروں کو معاف کرتا ہے اور گنہگاروں پر غصے ہوتا ہے اس کے کیا معنی؟

(یعنی جو نیک ہے وہ خود بخود مستحق عطا ہے اور جو بد ہے وہ خود بخود بدی کا مستحق ہے)

رباعی:۔

میں بندۂ عاصیم رضائے تو کجا است   تاریک دلم نورِ صفائے تو کجا است
مارا بہشت اگر بطاعت بدہی   آں بیع بود لطف و عطائے تو کجا است

(میں بندۂ گنہگار ہوں تیری رضا کہاں ہے۔ میں سیاہ دل ہوں تیرا نور کہاں ہے۔ الٰہی اگر تو طاعت کے بدلے مجھے بہشت عطا کرتا ہے تو یہ تجارت ہوئی۔ تیری عطا کہاں ہے۔)

الٰہی اگر تو دوسروں کو نکال کر مجھے بہشت میں ڈالتا ہے تو مجھے ایسا بہشت پسند نہیں۔

رباعی:۔

اگرچہ مشک از فرِ خوش نسیم است   دمے جاں بخش چوں بوئیت ندارد
مقام خوب دلکش است فردوس   ولیکن رونقِ کوئیت ندارد

(اگرچہ مشک بہت خوشبودار چیز ہے لیکن جب تیری خوشبو سے محروم ہے تو کیا فائدہ اگرچہ بہشت بہت دلکش مقام ہے لیکن اے محبوب تیرے کوچہ کی سی رونق نہیں رکھتا)

الٰہی جمال فقط تیرا ہے اور باقی سب بدصورتی ہے۔ اور زاہد لوگ بہشت کے مزدور ہیں۔

الٰہی اگر تو مجھے دوزخ میں ڈال دے تو میرا کوئی دعویٰ نہیں۔ اگر بہشت میں بھیجے تو تیرے بغیر مجھے اس کی تمنا نہیں۔ کاش کہ عبداللہ (پیر انصار) خاک ہوتا اور صفحۂ ہستی پر اس کا وجود نہ ہوتا ؎

شب آمد و نیامد از من کارے　　امروز من نہ شد گرم بازارے
فردا بروم بے خبر از ہر کارے　　نا آمدہ بیہودہ ازیں بسیارے

(دن گذر گیا اور رات آ گئی لیکن مجھ سے کوئی نیکی کا کام نہ ہوا اور سارا دن بیکار گیا۔ کل بھی اسی طرح بیکار جائے گا۔ مجھ سے زیادہ بیہودہ کوئی نہ آیا ہوگا۔)

الٰہی ابوجہل کعبہ سے آیا ہے اور ابراہیمؑ بت خانہ سے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کام تیرے فضل سے ہوتا ہے باقی سب بہانہ ہے۔

الٰہی اگرچہ تیرا نور طاعت میں ہے لیکن کام تیری عنایت سے بنتا ہے۔ ؎

آنچہ کار عنایتِ خدا باشد　　فسق آخر کار پارسائی باشد

(جب نجات کا دار و مدار عنایت پر ہے تو پھر گناہ بھی پارسائی ہے۔)

الٰہی دولتمند لوگ اپنی دولت میں مست اور درویش اپنی قسمت پر نازاں ہیں۔

الٰہی لوگ مستِ شراب ہیں اور میں مستِ ساقی ہوں (اس لئے) ان کی مستی فانی اور میری باقی ہے ؎

مست توام ز جرعۂ جام آزادم　　مرغ توام از دانہ و دام آزادم
مقصود من از کعبہ و بت خانہ توئی　　ورنہ من از ہر دو مقام آزادم

(میں تیرے حسن و جمال میں مست ہوں اور شراب سے بے نیاز ہوں۔ تیرا عاشق وہ مرغ ہے جو دام اور دانہ سے آزاد ہے۔ کعبہ اور بت سے میرا مقصود تو ہے لیکن دراصل میں ان دونوں سے آزاد ہوں یعنی ان کا طالب نہیں ہوں۔ تیرا طالب ہوں)

الٰہی مجھے اپنی عاجزی کا احساس ہے اور اپنی بے کسی پر خود گواہ ہوں۔ میری خواہش تیری خواہش ہے اب میں کیا خواہش کر سکتا ہوں (میری رضا تیری رضا ہے۔ اس لئے خواہش کا کیا کام)

الٰہی جب تیرے پاس آتشِ فراق تھی تو آتشِ دوزخ کس لئے پیدا کی۔

[illegible] ہوتے ہوئے دل کو کباب نہ کر۔

الٰہی اس پردۂ چاک شدہ کو چاک نہ کر اور اس بندۂ آزمودہ کو نہ آزما۔

الٰہی جو گناہ ہوتا ہے تو اسے عبداللہ کے نام پر لکھوتا ہے اور ہر دل کو عبداللہ کا مقام دیتا ہے۔

الٰہی جب کام کی طاقت تھی تو تیرا علم نہیں تھا جب تیرا علم ہوا تو طاقت نہ رہی۔

الٰہی اپنے نام اور اپنی صفات کے صدقے میری فریاد سن کیونکہ تو سن سکتا ہے۔

این چاشنی کہ دادی تمام کن
وین برق کہ بندی مدام کن

(یہ نعمت جو تو نے دی ہے اسے پورا کر اور یہ چمک جو تو نے عطا کی ہے اسے دوام بخش)

اے عزیز یاد رکھ کہ دنیا جائے غرور اور مقام سرور ہے۔ دنیا زہر قاتل ہے۔ وہی دنیا جسے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے طلاق دے دی۔ نیز دنیا خانۂ بیداد اور راندۂ جنید بغداد ہے (یعنی جنید بغدادیؒ نے اسے ترک کر دیا) اس کی شرب تلخ اور معتوب شقیق بلخ ہے (یعنی حضرت شقیق بلخیؒ نے اسے لات مار دی ہے) دنیا سراسر غفلت اور بدنامی ہے جو ملعون بایزید بسطامی ہے۔ یہ دنیا خود پرست کم ہمت لوگوں کا سرور اور شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ کی مردود ہے۔ دنیا بدبختوں کی محبوبہ ہے۔ اس کا طالب ذلیل اور اس کی دولت قلیل ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قل متاع الدنیا قلیل (کہہ دو کہ دنیا کی دولت قلیل ہے)

اے عزیز قبرستان پر نگاہ کر اور دیکھ یہ تمام قبریں ان نازنینوں کی ہیں جو دولت جمع کرنے کے لئے جوش اور حرص و ہوا میں خروش کرتے تھے۔ جو سونا چاندی کے ڈھیر لگاتے تھے۔ اور جواہرات سے برتن بھرے رکھتے تھے۔ جو ہزار حیلے و بہانے کرتے تھے۔ اور جمع خزانے کرتے تھے۔ آخر وہ مر گئے۔ اور حسرت لے گئے دولت کے ڈھیر چھوڑ گئے۔ اور اس کا غم اپنے دل میں لے گئے۔ انھوں نے اپنے دنیا پر جو ناز رکھے تھے وہ آخر موت نے آکر توڑ دیئے۔

اے عزیز موت سے ڈر اور لمبی امیدیں چھوڑ دے۔ ورنہ افسوس کرے گا اور دوزخ میں جا رہے گا۔ تجھے جاننا چاہیئے کہ تیرے دوست جو اس جہان سے جا چکے ہیں۔ تجھے پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے غافل جوان! اور اے نامراد بچے! آ اور دیکھو کہ ہم فنا

سوئے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے چہروں پر مٹی ہے۔ تم جیسے نوجواں چکے ہو۔ ہم بھی تمہاری طرح عیش و عشرت میں غرق تھے۔ اور مزے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر ہم نے اجل کا شربت پیا۔ اور دنیا کی بے وفائی کا پھل کھایا۔ ہماری ہستی اور ہماری دولت خاک میں مل گئی۔ نہ مال و دولت ہمارے کام آیا نہ اہل و عیال مدد کر سکے۔ اب ندامت ہی ندامت ہے۔ نہ مال ساتھ ہے نہ عیال ہے۔ نہ مکان ساتھ ہے نہ زمین پاس ہے۔ نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔ نہ کوئی آواز دیتا ہے نہ آواز سنتا ہے۔ دُنیا کا عیش و عشرت سب خاک میں مل گیا ہے۔ اور میرا گوشت کیڑوں کے نصیب میں آگیا ہے۔ جب کام کرنے کی طاقت تھی، ہم نے پرواہ نہ کی۔ اب پریشانی اور پشیمانی میں مبتلا ہیں۔ جب کام کرنے کا وقت تھا، آخرت کمانے کا موقع تھا۔ ہم نے کچھ نہ کیا اور یاس و حسرت ساتھ لے کر چلے گئے۔ اب جبکہ سب راستے بند ہوگئے ہیں اور کوئی پرسانِ حال نہیں۔ اب تم آؤ اور ہماری حالت دیکھو۔ نہ اب ہمارا نام باقی ہے۔ نہ اجسام، ہمارے جسم گل گئے ہیں۔ ہماری ہڈیاں سڑ چکی ہیں۔ ہمارا خانہ خراب اور ہماری ہستی سراب بن گئی ہے۔ ہمارے بستروں پر دوسرے سو رہتے ہیں۔ اور ہم غائب ہیں۔ اب ہمارے چہروں پر خاک اور منہ میں ریت ہے۔ ہمارے دانت نکل آئے ہیں۔ اور زبان گل گئی ہے۔ ہمارے اعضا، ٹوٹ گئے ہیں۔ ہماری روح جسم سے نکل گئی ہے۔ ہماری خاک سے گھاس اگ رہا ہے۔ ہم قعرِ ذلت میں ہیں۔ اور تم خوابِ غفلت میں۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَلۡبَاب (اے عقلمندو، اس سے عبرت حاصل کرو۔)

اے عزیز، عقلمندی کی علامت یہ ہے کہ دل دنیا سے نہ لگائے اور غفلت نہ کرے۔ اور دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنی عاقبت سنوار لے۔

رباعی:-

اگر غافلی اینک سراج است   حساب امروز کن فردا چہ حاجت
ہم اکنوں حسابم کن مابیہا   ترا زنہار ازیں تا روز راحت
ترا پرہیز باید چند گاہے   کہ نہ شد گشت از عصیاں مراجعت

(اگر اب اندھیرا ہے تو تیرے پاس چراغ بھی ہے۔ زندگی کا حساب آج کرلے۔

کل پہ نہ چھوڑ، ابھی سے حساب کتاب سنبھال، کیونکہ کل تیرا تخت و تاج اور آرام و راحت چھن جائے گا۔ اے اہلِ جاہ و حشمت ہر وقت بازار میں رہتے ہو، اور مسجد سے دُور نکل گئے ہو۔ رات دن گناہ میں غرق ہو۔ جوانی میں شرم کرو۔ ورنہ بڑھاپے میں ندامت ہوگی۔ موت تیرا انتظار کر رہی ہے۔ اور قبر تیرے لئے جگہ بنا رہی ہے۔ تو نے رب العالمین کے سامنے آنا ہے۔ تو غمِ دُنیا میں ڈوبا ہُوا، اور غمِ آخرت سے غافل ہے۔

نظم:۔

دلا در کارِ حق مے کن نظرہا کہ در راہِ تو مے بینم خطرہا
کشا از خوابِ غفلت چشم با من بگوشِ ہوش بشنو ایں خبرہا
نگر در خیلِ گورستاں فگندہ زیک تیرِ قضا جملہ سپرہا
معاصی زہر قبرستاں نمودہ بکامِ نفسِ تو ہم چو شکرہا
شاہانِ مہرویاں در بنِ خاک کزیشاں نہ جہاں ماندہ اثرہا
گذرگاہ ہست ایں دنیائے فانی بباید مردِ عاقل برگذرہا
چوں در پیش است مرگے پیرِ انصار تماشائے جہاں کن در سفرہا

اے عزیز حق تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھ۔ تیرے راستے میں بڑے خطرات ہیں۔ خوابِ غفلت ترک کر، آنکھیں کھول۔ اور گوشِ ہوش سے یہ باتیں سُن۔ قبرستان میں نظر کر اور دیکھ کہ تیرِ قضا کے سامنے سب لوگوں نے سرِ تسلیم خم کر لیا ہے۔ گناہوں کی زہر تیرے حلق میں شکر بن چکی تھی۔ دیکھ کہ بڑے عظیم الشان اور خوب رُوئے بادشاہ خاک میں ایسے مل چکے ہیں کہ اب اس کا نام و نشان نہیں ہے۔ اے پیرِ انصار جب موت کا سفر درپیش ہے۔ تو سفر کی تیاری کر، اور جہان کی سیر کرتا جا،

اے عزیز جاننا چاہیئے کہ دنیا آنی جانی سرائے ہے۔ اور آدمی کو موت درپیش ہے۔ قبر تاریک ہے اور اس کا راستہ باریک۔ افسوس ہے اس پر کہ جس نے ایمان کا چراغ ہاتھ سے جانے دیا۔ اور گناہوں کا بوجھ پیٹھ پر رکھ کر چلا گیا۔ پھر کیا ہوگا۔ کل اپنے آپ کو دوزخ میں پائے گا۔ ؎

مگر نہ آہ فقیرے شبے بیروں تازد   فغان روانہ بعرشش اندازد
از تیر سخت کمان چرا نترسی   ز سوز سینۂ بریاں کہ ناوک اندازد
حذر نمے کنی از ناوک سحرگاہے   کہ گر بکوہ زند زکوہ سنگے در سازد
بوقت نیم شبی گر بگوید الا اللہ   ہزار ہمچو تو خان و مان براندازد
ہزار دشنہ کشیدہ است تیغ زہر آلود   برائے گردن آنکس کہ گردن افرازد
ہزار جوشن پولاد گر بپوشی تو   ز آہ گرم فقیرے چو موم بگدازد
مناز بر سر مظلوم بس کن ظالم   کہ دست فتنۂ ایام بر سرت تازد
درون سینۂ مجروح بے نوا مخراش   بدانکہ روز جزا تیر بر تو پردازد
اگر بحل نکند عائل و ستم دیدہ   جزا دہند ترا در جہنم اندازد
جفائے زماں مناز عبد اللہ   کہ گر حقیقی یزید کردگار بنوازد

دیا ہو رکھتو کہ جب کوئی فقیر رات کو آہ نکالتا ہے تو اُس کی فریاد عرش پر پہنچ جاتی ہے۔ اس تیر سخت کمان سے تو کیوں نہیں ڈرتا۔ کہ اُس کے سینہ کے سوز سے نیزے برآمد ہوتے ہیں۔ آہ سحرگاہی سے خوف کر کیونکہ اس سے پہاڑ میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے۔

اگر فقیر رات کے وقت اِلّا اللہ کا نعرہ لگائے۔ تو ہزاروں لوگوں کے خان و مان برباد ہو جاتے ہیں۔ قہر الٰہی کی تلوار زہر آلود اس شخص کو ہزار زخم لگاتی ہے جو گردن اونچی کرتا ہے۔ اگر تو فولاد سے بنی ہوئی ہزار زرہ بھی پہن لے جب بھی فقیر کی آہ سے موم بن جائے گی۔ مظلوم پر ظلم کر کے ناز مت کر ورنہ فتنۂ ایام کی ضربیں تیرے سر پر لگیں گی بے کس اور بے نوا مظلوم کا دل مت دُکھا۔ ورنہ قیامت کے دن تیر پر تیر کھائے گا۔ اگر مظلوم اور ستم رسیدہ نے تجھے معاف نہ کیا تو قیامت کے دن تجھے دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ اے عبداللہ تو زمانے کے دُکھ سے مت گھبرا۔ اگر تو بے گناہ ہے تو حق تعالیٰ نوازش فرمائے گا۔

اے عزیز کوشش کر تا کہ تو مرد اور صاحب درد ہو جائے۔ اور درویشوں کی برکت سے اور اُن کی مزارات کی برکت سے تیرا چہرہ زرد اور دنیا کی محبت سے تیرا دل سرد ہو جائے۔

خواہی تو دریں زماں مردے گردی   واندر رہ عشق صاحب دردے گردی
روز و شباں بگردِ مرداں مے گرد   مردے گردی چو گردِ مرداں گردی

(اگر تو چاہتا ہے کہ دنیا میں مردِ کامل بن جائے۔ اور راہ عشق مولا میں صاحب درد ہو جائے۔ تو رات دن جوان مردوں (کاملین) کی صحبت میں بسر کر، اُن کی صحبت میں مرد بن جائے گا) جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے ایک ظاہری کعبہ بنایا ہے۔ جو آب و گل سے مرکب ہے اور ایک باطنی کعبہ بنایا ہے۔ جو جان و دل پر مشتمل ہے۔ ظاہری کعبہ حضرت خلیلؑ کا بنا کردہ ہے۔ اور باطنی کعبہ ربّ جلیل کا۔ ظاہری کعبہ مومنین کا منظور نظر ہے اور باطنی کعبہ عاشقین کا۔ ؎

در راہِ خدا دو کعبہ آمد منزل   یک کعبۂ صورت است یک کعبۂ دل
تا توانی زیارت دلہا کن   کہ افزوں ز ہزار کعبہ باشد یک دل

(اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے دو کعبے ہیں۔ ایک کعبۂ آب و گل، دوسرا کعبۂ دل۔ جہاں تک ہو سکے۔ تو کعبہ ہائے دل کی زیارت کر، کیونکہ ہزار ظاہری کعبے سے ایک دل بہتر ہے)

اے دوست، دنیا آرائش یا آزمائش کی جگہ ہے۔ ؎

یکے راحتِ دنیا دگرے راحت دوست   اے جان من فدائے آنکس کہ ہمتش ہمہ اوست

(کوئی دنیا کا طالب ہے کوئی دوست کا۔ میری جان اس شخص پر ہے جو حق کا طلبگار ہے) طالب دنیا مے خور (شرابی) ہے، طالب عقبیٰ مزدور (یعنی تجارت پیشہ) ہے۔ اور طالب مولیٰ مسرور (خوش نصیب) ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ دوست تک اس وقت پہنچو گے جب اپنے آپ سے رہائی حاصل کرو گے۔ اور کوئی رستہ نہیں ہے۔ دوست کی محبت میں مست رہو، دلِ شکستہ اور زبان خاموش رکھو۔ صحیح سلامت گھڑے کو ہاتھ میں اٹھاتے ہیں۔ لیکن شکستہ کو کندھے پر (یعنی دل شکستہ کی زیادہ قدر و قیمت ہے) لہٰذا اگر دلِ شکستہ رکھتے ہو تو خوش ہو جاؤ۔ اگر نہیں رکھتے تو کوشش کرو۔ پھول بن کر رہو، خار نہ بنو۔ دوسروں کی عزت کرنا اسلام ہے۔ اور اپنی عزت کرانا کفر ہے۔ اگر دوست اہل ہے تو کام سہل ہے۔ کیونکہ نا اہل کی صحبت عذاب ہے۔

رباعی:-

صد سال اگر درآتشم محل است   آں آتش سوزندہ مرا سہل است
با مردم نااہل مبادا صحبت   کز مرگ بتر صحبتِ نااہل است

(اگر مجھے سو سال آگ میں رہنا پڑے تو میرے لئے نااہل کی صحبت سے بہی بہتر ہے۔ خدا کرے مجھے نااہل کی صحبت نہ ملے۔ کیونکہ اس سے موت بھلی ہے)

اگر اس کوچے میں کوئی عارف حوران بہشت کا طلبگار ہے تو اس کی طہارت معرفت ٹوٹ گئی۔ اگر کوئی درویش اللہ سے غیر اللہ کو طلب کرے، تو کیا ملے گا۔

رباعی:-

خواہی کز سرِ جان آگاہ شوی   اسرارِ دل شہنشاہ شنوی
گم کن خویش از ہستی، شیخ   بے خود انّی و انا اللہ شنوی

(اگر تو حقیقت دل سے آگاہ اور شہنشاہ حقیقی کے اسرار و رموز سے واقف ہونا چاہتا ہے تو اپنی ہستی کو گم کر دے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح (درخت سے) انّی انا اللہ (میں تیرا رب ہوں میری عبادت کر) سُن سکے گا)

اے عزیز بہشت محض بہانہ ہے۔ اصل مقصود صاحب خانہ (اللہ) ہے۔ کام نہ نماز سے بنتا ہے نہ روزہ سے بلکہ دل شکستگی سے بنتا ہے۔ خلقِ خدا کی دلجوئی میں کوشاں رہ اور لوگوں کی عیب پوشی کر۔ دین کو دنیا کے عوض نہ بیچ جو شخص ان دس خصائل پر عمل کرے گا دنیا و آخرت میں سرفراز ہو گا۔ وہ یہ ہیں:-

حق تعالیٰ کے ساتھ صدق، اپنے نفس کے ساتھ سختی، خلق کے ساتھ انصاف، بزرگوں کے ساتھ جذبۂ خدمت، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت، درویشوں کے ساتھ سخاوت، دوستوں کو نصیحت، دشمنوں کے ساتھ حلم، جاہلوں کے ساتھ خاموشی اور عالموں کے عاجزی۔

کسی نے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت کے شیخ) سے پوچھا کہ آپ دنیا کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ فرمایا، دنیا کے حق میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں کہ محنت سے ہاتھ آتی ہے اور حسرت کے ساتھ جاتی ہے۔ اے عزیز زندگی کو غنیمت سمجھ۔ نفس سے نجات عبادت ہے۔ موت

کو یاد کر۔ نادان کو زندہ نہ سمجھ۔ نفس کی مراد پوری نہ کر۔ زاہد خشک کا معتقد مت ہو۔ خود پرستی کو بزرگی نہ سمجھ، ہر کام میں اللہ سے مدد طلب کر۔ دوست کے دشمن سے خوف رکھ، مغرور نادان سے پرہیز کر۔ اپنے عیبوں پر نظر رکھ۔ اور دوسروں کی عیب جوئی نہ کر۔

رُباعی :-

اندر رہِ حق تصرف آغاز مکن　　چشم بدِ خود بہ عیب کس باز مکن
سِرِّ ہر بندہ خدا می داند　　خود او درین میانہ انباز مکن

در راہِ حق میں تصرف یعنی زیادتی نہ کر۔ دوسروں کی عیب جوئی میں آنکھ مت کھول۔ ہر شخص کا راز خدا جانتا ہے تو اس میں دخل انداز نہ ہو، سچائی کے سوا بات نہ کر طلب روزگار میں جلدی نہ کر جب تک کوئی سوال نہ کرے، جواب نہ دے جب تک کوئی نہ بلائے مت جا۔ جس چیز کا کوئی خریدار نہیں اُسے مت فروخت کر۔ کسی شخص کی دولت پر قبضہ نہ کر۔ نہ کئے ہوئے کام کو کیا ہوا مت جان۔ دل کو شیطان کا کھلونا مت بنا۔ ہر شخص کا کھانا مت کھا۔ بلکہ ہر شخص کو کھانا کھلا، نفس کی اطاعت سے پرہیز کر۔ دشمن اگرچہ کتنا حقیر ہے اسے کمزور مت سمجھ۔ ناواقف کو ہمراہِ سفر نہ بنا۔ اپنے کم رزق کو دوسروں کے بہت رزق سے زیادہ سمجھ۔ بیکار غم مت کھا۔ (یعنی بیہودہ چیزوں کی فکر نہ کر) لوگوں کو آزار نہ پہنچا۔ یہی خدا کی دوستی ہے۔ اپنے آپ کو اپنے حال سے غافل نہ کر۔ دنیا و آخرت کی سعادت اس میں ہے کہ دانا کی صحبت اختیار کرے۔ اور نادان سے پرہیز۔ سخاوت کی عادت ڈال درویشوں کی محبت پر فخر کر۔ خدا کے حکم سے راضی رہ، خوش خلق اور کم آزار بن جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ دوسروں کے لئے پسند نہ کر۔ اگر خوشی چاہتا ہے تو محنت کر۔ اگر مراد طلب کرتا تو صابر بن اور شیخی مت کر :-

عیب است بزرگ برکشیدن خود را　　وز جملہ برگزیدن خود را

(اپنے آپ کو بزرگ یا بڑا آدمی سمجھنا اور سب سے اونچا جاننا عیب ہے۔) ہر شخص کو ایک آنکھ سے دیکھ۔ کسی کی سخت کلامی سے دل تنگ نہ ہو۔ بندۂ حرص نہ بن۔ دولت پر فریفتہ نہ ہو۔ تندرستی کو غنیمت جان۔ ہزار دوست سے ایک

دشمن زیادہ سمجھ، لوگوں پر بھروسہ نہ کر، بزرگوں کی عزت کر، دولت پر فخر نہ کر، گناہ سے دُور بھاگ، نیاز مندوں پر سختی نہ کر، درویشوں کو نااُمید نہ کر، مومنوں کی حاجت براری کو سعادت سمجھ۔ نیکی کو بدزبانی سے برباد نہ کر، لوگوں کی برائی کے کاموں میں مدد نہ کر، لوگوں کو جھوٹے وعدے دے کر اُمیدوار نہ رکھ، کسی کے غم پر خوش نہ ہو۔ جواں مردوں سے وفا طلب کر، جاننا چاہیئے کہ تین چیزیں باعث رنج دلم ہیں۔ ہر چیز اُس کے وقت سے پہلے طلب کرنا۔ اپنی قسمت سے زیادہ مُنگنا۔ دوسروں سے طلب کرنا۔ جب تیرا رزق دوسرے کے رزق سے الگ ہے تو پھر دوسروں سے کیوں توقع کرتا ہے۔ دولت مند سے کچھ طلب نہ کر اور دنیا کی جگہ ایمان طلب کر۔ افسوس ہے ان لوگوں کی حالت پر جو رات دن خواب غفلت میں مست اور غرور میں غرق ہیں۔ نہ کچھ جانتے ہیں نہ دیتے ہیں۔ اپنے خدا سے دُور اور کل کو باشندہ قبور ہیں۔ عمر دُنیائے دوں کی طلب میں ضائع کر رہے ہیں۔ اپنی حالتِ زار پر آنسو نہیں بہاتے۔ رات کو خواب غفلت میں اور دن شراب دولت میں مست ہیں۔ اپنے قیمتی وقت کی قدر کر۔ کہ کس طرح گذرتا ہے۔ تو بچپن میں بے عقل تھا۔ اور جوانی میں مست ہے۔ اے غافل خدا کی کسطرح عبادت کریگا نیستی کیا ہی اچھی چیز ہے۔ کیونکہ جہاں تو جائے گا، کوئی نہ کہے گا کہ کیوں آیا۔ اگر تو راہِ حق پر آنا چاہتا ہے تو دروازہ کُھلا ہے۔ اگر نہیں آتا تو خدا کو پرواہ نہیں۔ اگر تو دنیا کو دوست رکھتا ہے تو اُسے خرچ کر دے۔ تاکہ باقی نہ رہے۔ اگر تو اسے دشمن جانتا ہے تو اُسے کھا جا۔ تاکہ باقی نہ رہ جائے۔ گذرا ہوا وقت واپس نہیں آتا۔ اور کل پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ زمانۂ حال کو غنیمت جان۔ اگر تو پانی پر چل سکتا ہے تو مچھلی ہے اور ہوا میں اُڑ سکتا ہے۔ تو مکھی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اپنے دل کو قبضے میں رکھ، تاکہ بزرگی حاصل کر سکے۔ بیت:۔

آں شنیدی کہ حیدرِ کرارؓ — کہ زاں گشت قلعہ بکشاد
تا بدادہ سہ قرص ناں جویں — ہفدۂ آیت خدائے فرستاد

اس راستے میں مرد بن کر رہ۔

دعائے مستجاب حضرت اویس قرنیؓ:۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھے گا. خدا تعالیٰ اس کو بہشت عطا فرمائے گا. اگر بہشت میں نہ گیا تو وہ قیامت کے روز میرا دامن پکڑے۔

دعا یہ ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یا مَنْ لَا ینفعہ طاعتی ولا تضرہ معصیتی فہب لی ما لا ینفعک واغفرلی ما لا یضرک برحمتک یا ارحم الراحمین

دعائے مستجاب حضرت شیخ فریدالدینؒ:-

حضرت شیخ فریدالدین فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعا نماز کے بعد پانچ مرتبہ پڑھے وہ دُنیا سے ایمان کے ساتھ جائے گا اگر ایمان کے ساتھ نہ جائے تو اُس کا ہاتھ اور میرا دامن. دعا یہ ہے. صفحہ ۲۴ عبارت ۲:...... بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اَللّٰھُمَّ ارزقنی خیر الدارین مع القرب والاخلاص برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

آمنت باللہ العلی العظیم وتوکلت علی الحی القیوم

دُعائے مستجاب حضرت معروف کرخیؒ

حضرت خواجہ معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر روز ایک ہزار بار یہ کلمات پڑھے. رات گزرنے سے پہلے اس کی مراد پوری نہ ہو تو مجھے طعنہ دے:-

آمنتُ بِاللّٰہِ العلیِّ العظیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۰ ... صفحہ ۲۵ - عبارت نمبر ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللّٰھُمَّ افتح لنا بالخیر واختم بالخیر واجعل عواقب امورنا بالخیر الی الخیر توفّنا مسلمین والحقنا بالصالحین یا اللہ یا اللہ یا اللہ۔

نیز یہ چہل کلمات (یعنی چالیس کلمات) ہیں. ان کو اکتالیس بار صبح کے وقت اور اکتالیس بار شام کے وقت پڑھنا بہت مفید ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ صفحہ ۲۵ - عبارت نمبر ۲۔

دعا برائے ادائیگی نماز ہائے قضا۔

جس شخص کی بہت نمازیں قضا ہو گئی ہوں یہ دعا ہر روز تین مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس دعا کی برکت سے کفارہ ہو جائے گا۔ دعا یہ ہے :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ صفحہ ۲۵ عبارت نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العلمین شکراً لنعمائہ ولا الٰہ الا اللہ اقراراً بربوبیتہ و محمد رسول اللہ اقراراً برسالتہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تعظیماً لعظمتہ والعزۃ برحمتک یا ارحم الراحمین ہر روز سہ بار بخواند مراد کلی حاصل شود انشاء اللہ تعالیٰ۔ ھیکلھیط ۔ ھلیط + ھلنھستج +

دعائے حرز مونس :۔

حضرت شیخ اسحٰق بن ابراہیم بصری نوری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالملک بن سلیمان سے اور آپ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اس کی تمام دینی اور دنیوی حاجتیں پوری ہوں گی۔ اگر غریب ہے تو دولت مند ہو جائے گا۔ اگر قیدی ہے تو قید سے آزاد ہوگا۔ اگر بیمار ہے تو شفا پائے گا۔ اگر غم زدہ ہے تو خوشی حاصل کرے گا۔ اگر گمراہ ہے تو ہدایت پائے گا۔ اگر سیلاب میں غرق ہے تو نجات پائے گا۔ اگر مسافر ہے تو گھر آئے گا۔ اگر دشمنوں کا خوف ہے تو دشمن ذلیل و خوار ہوں گے اگر مصیبت میں گرفتار ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کرے گا۔ اگر بادشاہ ہے تو بادشاہی قائم رہے گی۔ اور اس کے لشکر کو شکست نہ ہوگی۔ اگر جاہل ہے

تو عالم ہو گا۔ اگر فاسق ہے تو صالح ہو گا۔ اگر بدبخت ہے تو نیک بخت ہو گا۔ اگر نابینا پڑھے گا تو آنکھیں پائے گا۔ اگر کوئی شخص چالیس شب یہ دعا پڑھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو گی۔ اگر کوئی شخص عیدالضحیٰ کے دن صبح کی نماز کے بعد پڑھے گا۔ تو ایک حج کا ثواب حاصل ہو گا۔ جو شخص یہ دعا ایک بار پڑھے گا۔ اس کے نامۂ اعمال میں پانچ ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور پانچ ہزار گناہ معاف ہوں گے۔ یہ دعا حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے دستار حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دستار میں تھی۔ اور عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر میں تھی۔ اور امیر المومنین حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے تعویذ میں تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبضہ میں تھی۔ (یعنی تلوار کے قبضہ میں) اور علماء کا اس پر اعتقاد ہے۔ کہ جس شخص کو کوئی نعمت ملی ہے اسی دعا کی بدولت ملی ہے حاجت والے کے لئے چاہیئے کہ پہلے غسل کرے۔ اور دو رکعت نماز پڑھے، مقصد پورا ہو گا۔ اور جو شخص اس دعا میں شک کرے گا۔ نقصان اٹھائے گا۔

نعوذ باللہ من ذالک۔ دعائے حرز مونس یہ ہے:۔

یا شملمطیطغیط۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط۔ یَا مُوْنِسِیْ فِیْ وَحْدَتِیْ وَیَا صَاحِبِیْ فِیْ شِدَّتِیْ یَا عَظِیْمَ الْخَطَرِ وَیَا اِلٰہَ الْبَشَرِ یَا لَطِیْفُ یَا اَللّٰہُ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ الْخَفِیِّ یَا جَابِرَ کُلِّ کَسِیْرٍ یَا مُوْنِسَ کُلِّ وَحِیْدٍ وَیَا صَاحِبَ کُلِّ غَرِیْبٍ وَیَا مُبَشِّرَ کُلِّ خَبِیْرٍ وَیَا مَنْ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَیَا خَالِقَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِیْرِ وَیَا عِصْمَۃَ الْخَائِفِ الْمُسْتَجِیْرِ وَیَا مُغْنِیَ الْبَائِسِ الْفَقِیْرِ وَجَابِرَ الْعَظْمِ الْکَسِیْرِ وَیَا رَاحِمَ الطِّفْلِ الصَّغِیْرِ وَیَا قَاهِرَ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ بَاقٍ دَائِمٌ لَا یَبِیْدُ سُبْحَانَ مَنْ لَا یُطْفِیْ اَبَدًا نُوْرُہٗ سُبْحَانَ مَنْ اَشْرَقَ کُلَّ ظُلْمَۃٍ بِضَوْءِ نُوْرِہٖ سُبْحَانَ مَنْ یُدَانُ لِلدِّیْنِہٖ وَلَا یُدَانُ بِغَیْرِہٖ سُبْحَانَ مَنْ لَمْ یُقَیِّدْ بِقَیْدِہٖ اَحَدٌ سُبْحَانَ مَنْ اَوَّلُہٗ عِلْمٌ وَّاٰخِرُہٗ حِلْمٌ سُبْحَانَ مَنْ اَوَّلَ لَہٗ وَلَا اٰخِرَ لَہٗ مَنْ لَا یَبِیْدُ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ

حَکِیْمٌ لَا یَعْجَلُ مَنْ هُوَ حَفِیْظٌ لَا یَغْفَلُ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ جَوَادٌ لَا یَبْخَلُ مَنْ هُوَ قَائِمٌ لَمْ یَزَلْ مَنْ هُوَ الرَّحْمٰنُ عَلٰی سُبْحَانَ الْجَوَادِ الْکَرِیْمِ سُبْحَانَ الْبَاعِثِ الْوَارِثِ سُبْحَانَ الرَّؤُوْفِ الرَّحِیْمِ یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ سُبْحَانَکَ اَنْ تَجْعَلَنِیْ مِمَّا اَنَا فِیْهِ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّهَیِّئْ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ رَشَدًا سُبْحَانَ یَا شَاهِدًا غَیْرَ غَائِبٍ یَا قَرِیْبًا غَیْرَ بَعِیْدٍ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ یَا عَالِمَ السِّرِّ وَالْخَفِیَّاتِ وَیَا کَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلِیَّاتِ وَیَا غَافِرَ الذَّنْبِ وَالْخَطِیَّاتِ سُبْحَانَ اِرْحَمْنِیْ فَاغْفِرْ لِیَ الذَّنْبَ وَالْخَطِیَّاتِ یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

دُعائے بزرگ :- جو شخص یہ دُعا پڑھے گا، یا لکھ کر اپنے پاس رکھے گا، اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے ایک ہزار ختم قرآن کا اور ہزار حج کا اور ہزار بھوکوں کو کھانا کھلانے کا اور ایک ہزار ننگوں کو کپڑا پہنانے کا۔ اور ایک ہزار پیاسوں کو پانی پلانے کا۔ وہ ہر قسم کی بلا اور مصیبت سے امان میں رہتا ہے۔ جو شخص اس میں شک کرے گا۔ کافر ہوگا۔ نعوذ باللہ منہا۔ دعا یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ صفحہ ۲۷۔ عبارت ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یَا مَنْ هُوَ فِیْ ذُلُوِّهٖ عَالٍ یَا مَنْ هُوَ فِیْ عُلُوِّهٖ کَمَالٌ یَا مَنْ هُوَ فِیْ سُلْطَانِهٖ قَوِیٌّ یَا مَنْ هُوَ فِیْ ذَاتِهٖ قَدِیْمٌ بِبَطْشِهٖ شَدِیْدٌ یَا مَنْ هُوَ فِیْ فِعْلِهٖ حَمِیْدٌ یَا مَنْ هُوَ فِیْ مَجْدِهٖ مَنِیْعٌ یَا مَنْ هُوَ فِیْ مُلْکِهٖ عَزِیْزٌ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

حاجت براری کی دعا :- کتاب محتاج العابدین میں لکھا ہے کہ نعمت کا شکریہ دو کلمات ہیں۔ جو شخص ان کا ورد رکھے گا۔ امید ہے کہ با ایمان ہو کر اس دُنیا سے جائے گا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی مصیبت یا ہم پیش آئے یا دوسری حاجت ہو تو نماز فجر کے بعد ایک ، سو مرتبہ یہ دعا پڑھے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ صفحہ ۲۷ عبارت نمبر ۳ اور صفحہ ۲۸ عبارت نمبر ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ يَا قَائِمُ يَا قَيُّوْمُ يَا فَرْدُ يَا وِتْرُ يَا اَحَدُ يَا صَمَدُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُكَ بِعِزَّتِكَ تُنَوِّرُ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

دعائے دردِ گردہ :

دعائے دردِ گردہ یہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ صفحہ نمبر ۳ عبارت نمبر ۱

سلسلہ عالیہ اویسیہ منظوم

صفحہ نمبر ۳۰ عبارت نمبر ۲ اور صفحہ نمبر ۳۱ عبارت نمبر ۱

مناجات سلسلہ عالیہ اویسیہ

مرتبہ عبد المسکین معین الدین اویسی

صفحہ نمبر ۱ عبارت نمبر ۲ اور صفحہ نمبر ۳۲ عبارت نمبر ۱

اللّٰه الرَّحْمٰنِ
بسم الحی سبحانک یا
سُبْحٰنَكَ يَا اللّٰهُ تَعَالَيْتَ
حَكِيْمُ تَعَالَيْتَ يَا جَبَّارُ اَ
يَا رَحِيْمُ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ
مِنَ النَّارِ يَا مُعِيْنُ سُبْحٰنَكَ

الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
يبُ تَعَالَيْتَ يَا مُجِيْرُ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ
يَا كَرِيْمُ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ سُبْحٰنَكَ يَا
جِرْنِيْ مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ سُبْحٰنَكَ يَا رَحْمٰنُ تَعَالَيْتَ
يَا مُجِيْرُ سُبْحٰنَكَ يَا فَتَّاحُ تَعَالَيْتَ يَا وَهَّابُ اَجِرْنِيْ
رْ يَا غَنِيُّ تَعَالَيْتَ يَا عَظِيْمُ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ

سبحانك يا مقتدر تعاليت يا حليم اجرني من النار يا مجير سبحانك يا
عفو تعاليت يا غفور اجرني من النار يا مجير سبحانك يا مبدئ
تعاليت يا معيد اجرني من النار يا مجير سبحانك يا بار تعاليت يا آمر
اجرني من النار يا مجير سبحانك يا رفيع تعاليت يا شكور اجرني من
النار يا مجير سبحانك يا لطيف تعاليت يا خبير اجرني من النار سبحانك
يا مالك تعاليت يا قدوس اجرني من النار يا مجير سبحانك يا ظاهر
تعاليت يا باطن اجرني من النار يا مجير سبحانك يا اول تعاليت يا آخر
اجرني من النار يا مجير سبحانك يا قاهر تعاليت يا رازق اجرني من النار
سبحانك يا غافر تعاليت يا فاطر اجرني من النار يا مجير سبحانك يا باعث
يا وارث اجرني من النار يا مجير سبحانك يا محيي تعاليت يا مميت اجرني
من النار ويا مجير سبحانك يا جليل تعاليت يا حميد اجرني من النار يا مجير
سبحانك يا ودود تعاليت يا مجيد اجرني من النار يا مجير سبحانك يا رؤف
تعاليت يا رحيم اجرني من النار يا مجير سبحانك يا [illegible] اجرني
حفيظ تعاليت يا وكيل اجرني من النار يا مجير سبحانك يا حنان تعاليت يا منان
اجرني من النار يا مجير سبحانك يا ولي تعاليت يا علي اجرني من النار يا
مجير سبحانك يا حي تعاليت يا قيوم اجرني من النار يا مجير سبحانك يا
قديم تعاليت يا دائم اجرني من النار يا مجير سبحانك يا فرد تعاليت
يا وتر اجرني من النار يا مجير سبحانك يا احد تعاليت يا صمد اجرني
من النار يا مجير سبحانك يا نور تعاليت يا مجير اجرني من النار سبحانك
يا متين تعاليت يا معين اجرني من النار يا مجير سبحانك يا مؤمن
تعاليت يا سلام اجرني من النار يا مجير سبحانك يا قوي تعاليت يا
مهيمن اجرني من النار يا مجير سبحانك يا ناظر تعاليت يا خالق اجرني
من النار يا مجير سبحانك يا ناصر تعاليت يا ماجد اجرني من النار يا مجير

شُنُ ۰۰ یَا شَافِی تَعَالَیْتَ یَا کَافِی اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ سُبْحَانَکَ یَا وَافِی
تَعَالَیْتَ یَا مُعَافِی اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ سُبْحَانَکَ یَا هَادِی تَعَالَیْتَ یَا
رَشِیْدُ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ سُبْحٰنَکَ یَا
عَالِمُ تَعَالَیْتَ یَا عَلَّامُ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ سُبْحَانَکَ یَا حَیُّ تَعَالَیْتَ
یَا قَیُّوْمُ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ سُبْحَانَکَ یَا قَابِضُ تَعَالَیْتَ یَا بَاسِطُ
اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ سُبْحَانَکَ یَا دَائِمُ تَعَالَیْتَ یَا قَائِمُ اَجِرْنِی مِنَ
النَّارِ یَا مُجِیْرُ سُبْحَانَکَ یَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تَعَالَیْتَ یَا ذُوالْجَلَالِ وَ
وَالْاِکْرَامِ۔ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا بِرَحْمَتِکَ
اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَسْئَلُکَ بِاَسْمَائِکَ یَا مَنْ جَعَلَ الْاَرْضَ مِهَادًا
یَا مَنْ جَعَلَ الْجِبَالَ اَوْتَادًا یَا مَنْ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا یَا مَنْ جَعَلَ الْقَمَرَ نُوْرًا
یَا مَنْ جَعَلَ اللَّیْلَ لِبَاسًا یَا مَنْ جَعَلَ النَّهَارَ مَعَاشًا یَا مَنْ جَعَلَ النَّوْمَ
سُبَاتًا یَا مَنْ جَعَلَ الْاَشْیَاءَ اَزْوَاجًا یَا مَنْ جَعَلَ النَّارَ مِرْصَادًا سُبْحَانَکَ
یَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔
اَلْاَمَانُ اَلْاَمَانُ اَلْاَمَانُ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ابیات بطور مناجات بترتیب سلسلۂ عالیہ اویسیہ

ربنا اغفر یا جناب کبریا کے واسطے   عافنا ذات محمد مصطفےٰ کے واسطے
بخش عصیانم طفیل حضرت خواجہ اویس المعروف   نفس رحماں قطب حق زر نما کے واسطے
کر ہدایت ہادیا مجھ کو صراط المستقیم   شیخ عبد الخالقؒ نور الا مدنی کے واسطے
دین محکم کر طفیل پیر محکم الدینؒ شہید   حاجی الحرمین قبلہ اتقیا کے واسطے
تاجدار شیخ محکم دینؒ خواجہ احمدؒ سے   راز دان لی مع اللہ شہ پیشوا کے واسطے
واقف اسرار لاہوتی مکین لامکاں   یا محمدؒ بخش محبوب خدا کے واسطے
مصدر فیض ہدایت معدن لطف و کرم   شیخ احمدؒ یار سیرانی نما کے واسطے
صاحب دستار سیرانی نبی بخشؒ امین   شمع فانوس ہدایت پر ضیا کے واسطے
ہادی گم گشتگاں پیر جہاں خضر زماں   وال محمدؒ عارف حق راہنما کے واسطے
خازن گنجینۂ اسرار و کان معرفت   نور احمدؒ فخر دین علم الہدیٰ کے واسطے
حضرت سلطان بالادینؒ اہل وجد و ذوق   پیشوائے   اصفیا کے واسطے
مرشد قبلہ شہاب الدینؒ محبوب رسول   رونق مسند اویسی غذا کے واسطے
حافظ قرآں غلام حضرت خواجہ اویسؒ   گوہر کان کرامت پیر حیاؒ کے واسطے
حضرت صالح محمدؒ عاکب باب اللہ   بلبل باغ اویسی خوشنوا کے واسطے

یعنی علیم الدین منور کن بنور معرفت خاک راہ دو دمنداں برخنیاں کے واسطے
شہ سوار عرصہ عرفاں خواجہ اویس بخش عارف ذات خدا بدر الدجیٰ کے واسطے
ثانی تصویر پیرانی محمد ماہ بدر اختر برج ہدیٰ شمس الضحیٰ کے واسطے
دستگیر عاجزاں خواجہ کرم دین ذوالکرم معدن لطف و عطا کان سخی کے واسطے

اللّٰہم افتح لنا بالخیر واختم لے بخیر
عاقبت بالخیر کن خیر الوریٰ کیواسطے

مناجات بہ ترتیب سلسلہ عالیہ اویسیہ مؤلفہ عبد المسکین علیم الدین اویسی

اللّٰہم انت الغافر	انی عبدک مذنب قاصر	ارحمنی یا خیر الناصر	مالک یوم الدین مددی
اے سرور عالم سیدنا	یا میر محمد مولانا	اے ساقی انا اعطینا	یا نذل لیسین مددی
یا حضرت شیخ اویس قرنی	یا نفس الرحمٰن قبل یمن	وے قطب جہاں خورشید چمن	یا طائر عرش بریں مددی
حضرت عبد الخالق کامل	واجد ماجد عالم فاضل	صوفی صافی مرسل واصل	محبوب رسول امین مددی
قطب العالم پیر پیرانی	فلک فیض ابر نیسانی	واقف راز رموز قرآن	خواجہ حکم الدین مددی
زینت مسند زیب مصلیٰ	ماہ منور مہر تجلیٰ	خطبہ شانے لی مع اللہ	حضرت احمد دین مددی
سلطان محمد بخش ولی	مقبول خدا منظور نبی	آں مطلع نور الٰہ جلی	یا کاشف سر مبین مددی
خواجہ احمد یار اویسی	سر صاحب دستار اویسی	مظہر فیض اسرار اویسی	خازن خلد بریں مددی
محبوب محب رسول امین	بر مسند خواجہ حکم الدین	جناب نبی بخش است مکیں	یا مالک ملک یقیں مددی
سر نہان سر ربوبیت	روشن شمع منیر ولایت	کان کرم اکسیر ہدایت	حضرت بالا دین مددی
سر سرانی نائب ملتمسان	مست الست لعل رحمانی	باقی باللہ از خود فانی	پیر شہاب الدین مددی
چراغ عشق [illegible] اویس شاہی	زلال ساقی جام اویس شاہی	ہم مظہر نام اویس شاہی	یا مطلع نور یقیں مددی

مہ نور بے نظیر
خواجہ اویس سیرانی
سلطان محمد ماد اویسی
اے مظہر بیچون نور قدم
اے صاحب فیض بلند قدر
مشتاق جمال لقائے توام

نجم الثاقب بدر منیر
نور ہدایت درِ معانی
روشن دل آگاہ اویسی
یا کان کرامت ابر نعم
موسیٰ طور تجلا نور شجر
پروانہ شمع ضیائے توام

شمس شریعت صالح پیر
محرم کل اسرار نہانی
عارف سالک الا اویسی
ذی عین عنایت بحر کرم
بر عاجز معین الدین نظر
کن غریب گدائے توام

نور سہیل امین مددی
واصل عین الیقین مددی
محکم حبل متین مددی
یا خواجہ کرم الدین مددی
یا خواجہ محکم الدین مددی
یا شیخ نیو فتح الدین مددی

تعارف

مدرستہ المدینہ وفیضان مدینہ

ملحقہ سیرانی مسجد وبائی پاس روڈ خانقاہ شریف بہاولپور

بحمدہ تعالیٰ تبلیغ وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کے زیر اہتمام خانقاہ شریف میں مدرستہ المدینہ کے نام سے چار دینی ادارہ سینکڑوں طلباء وطالبات کو قرآن مجید کی تعلیم (حفظ وناظرہ مع تجوید وقرات) اور اخلاقی تربیت دینے میں مصروف ہے۔ جبکہ دعوت اسلامی کے زیر اہتمام بائی پاس روڈ خانقاہ شریف پر 6 کنال رقبہ پر مشتمل فیضان مدینہ کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے اور فیضان مدینہ، جامع مسجد، مدرسہ، جامعہ، کمپیوٹر لیبارٹری وغیرہ کی تعمیر پر تقریباً ایک کروڑ روپے کے لگ بھگ اخراجات کا تخمینہ ہے۔ تمام غلامان سیرانی علیہ الرحمتہ کو مدنی التجا ہے کہ وہ سیرانی نگر میں جلنے والے اس روشن چراغ کو ہمیشہ منور کے لیے دامے، درمے، سخنے، قدمے تعاون کرنے کے لئے دعوت اسلامی کے ذمہ داران سے رابطہ فرمائیں۔ جزاک اللہ، خیرا

الداعی: مجلس مدرستہ المدینہ سیرانی مسجد وفیضان مدینہ بائی پاس روڈ خانقاہ شریف (بہاولپور)

مکتبہ سیرانیہ عطاریہ میلاد چوک سمہ سٹہ خانقاہ شریف (بہاولپور)

ہمارے ہاں قرآن مجید، سپارے، ترجمہ کنزالایمان، کتب احادیث علماء اہل سنت کی تصانیف، فیضان سنت، علماء اہل سنت اور قبلہ امیر اہل سنت حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم کے اصلاحی رسائل اور اصلاحی بیانات کی کیسٹیں، نعتیہ کیسٹ، عطریات، تسبیحات، سٹیکرز، خوبصورت فریم اور سکول کی کتابیں وغیرہ بارعائت دستیاب ہیں۔

الداعی

فدا حسین عطاری

قاری حافظ محمد ریاض حسین عطاری

Ph:062-2870019
Mob:0302-7766432
Mob:0301-7722572